U33187 [illegible] 22.12.09

Title – NIKAAT-E-ANAND MAROOF BA URDU KI ISLAH

Creator – Anand Nath Verma.

Publisher – Masannif (Delhi).

Date – 1941

Pages – 200

Subjects – Urdu Zuban – Qawaayad; Urdu Zuban – Grammar; Urdu Lisaniyaat



Professor Anand Nath Verma M. A.

Hindu College, Delhi.

Author—**"Nikat-i-Anand"** (URDU-KI-ISLAH).

بخدمت مجمع صفات عالیجناب معلی الالقاب

علامۂ عالم ... بہادر ... مدظلہم

از جانب ... ہیچمدان مصنف

بصد احترام پیشکش

نیاز مند آنند

۸ مئی ...

نِکاتِ آنند

معروف بہ

اُردُو کی اصلاح

مُصنّفہ

پروفیسر آنند ناتھ ورما ایم. اے (ہندو کالج دہلی)

فہرست مضامین

از مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

اُردو کی اصلاح

میرے دوست آنندناتھ صاحب دربا ایم۔ اے پروفیسر ہندو کالج دہلی اس شہر کے بہت قدیمی باشندے ہیں مغل سلطنت کے زمانے سے ان کے بزرگ دہلی میں رہتے ہیں اور انکے بزرگوں کا مغل سلطنت کے علمی اور دفتری کاموں سے ہمیشہ تعلق رہا ہے۔

انہوں نے ایک کتاب "اُردو کی اصلاح" کے نام سے لکھی ہے جس کا ایک بڑا حصہ مجھے بھی سنایا تھا چونکہ میری آنکھوں کا اپریشن ہوا تھا اور میں انکی کتاب خود نہیں پڑھ سکتا تھا اس لئے وہ روزانہ میرے پاس آتے تھے اور کتاب سناتے تھے اور دو دفعہ میں خود محض انکی کتاب سُننے کیلئے انکے پاس ہارڈنگ لائبریری میں گیا تھا جو محنت اور تحقیقات انہوں نے اس کتاب کے تیار کرنے میں کی ہے وہ یقیناً بہت زیادہ ہے۔

مولوی سید احمد صاحب مصنف فرہنگ آصفیہ کی لغت سے بھی انہوں نے مدد لی ہے۔ اور خود بھی چونکہ اہلِ زبان ہیں بہت کچھ لکھا ہے۔ میں نے جتنا حصہ سُنا وہ سب درست تھا۔ البتہ کہیں کہیں انہوں نے ہندو قوم کے خانگی محاورے بھی لکھے تھے جو مسلمانوں میں مُروج نہیں ہیں میں نے ان سے کہا کہ ایسے محاوروں کے سامنے لکھ دیجئے کہ یہ صرف ہندو گھروں میں بولے جاتے ہیں۔ چونکہ اردو کا تلفظ اور اردو کی بول چال آجکل انگریزی زبان کی آمیزش کے سبب ہر جگہ خراب ہو گئی ہے خاص کر کالجوں اور سکولوں میں پڑھنے والے یا وہاں سے پڑھکر فارغ ہونے والے سب غلط اُردو بولتے ہیں اس واسطے میرا خیال ہے کہ یہ کتاب ہندوستان کی سب یونیورسٹیوں میں مقبول ہو گی اور اردو کی تعلیم کیلئے یونیورسٹیاں اس کو اپنے نصاب میں داخل کریں گی کیونکہ یہ ہر اعتبار سے اسکی مستحق ہے میں ان تمام ہندو مسلمانوں کی طرف سے جو صحیح اُردو بول چال کے حامی ہیں پروفیسر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ایسی اچھی کتاب تیار کر دی۔

شملہ۔ ۲۷ مئی سنہ ۱۹۴۱ء

بقلم علامہ جہاں ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب

سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

میں نے پروفیسر آنند ناتھ ورما ایم۔اے کی کتاب "اردو کی اصلاح" دیکھی۔ کتاب کی ترتیب و تقسیم ابواب بہت مناسب ہے۔ جس میں ہر قسم کی غلطیاں آگئی ہیں، اور ان کی اصلاح مستند اسناد اور مثالوں سے کی گئی ہے کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر ورما نے نہ صرف اردو ادب کا غور سے مطالعہ کیا ہے بلکہ عام طور پر بول چال میں جو غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، ان پر بھی توجہ کی ہے۔

پروفیسر ورما کی یہ تالیف قابل تحسین ہے، اور خاص کر طلبا کے لئے بہت کارآمد ہوگی۔

عبدالحق

انجمن ترقی اردو (ہند)

دریا گنج دہلی۔ مورخہ ۴ جون سنہ ۱۹۴۱ء

از علامۂ روزگار افضل الادبا ممتاز الشعرا پنڈت برجموہن صاحب کیفی دتاتریہ

ہندو کالج دہلی کے پروفیسر آنند ناتھ ورما ایم۔ اے کی لکھی ہوئی کتاب "اردو کی اصلاح" کو میں نے دیکھا۔ میں نے اسے بہت پسند کیا۔ اس قریباً دو سو ۲۰۰ صفحوں کی کتاب میں ان بہت سی باتوں سے بحث کی گئی ہے جو اردو سیکھنے والوں کے لئے نہایت اہم ہیں۔ اور جن کے جانے بغیر صحیح اردو بولنا اور لکھنا غیر ممکن ہے۔

کتاب دو ۲ حصوں پر منقسم ہے۔ پہلے حصے میں نحو سے متعلق بہت سے ضروری قواعد ہیں۔ جن کو سند سے واضح کیا ہے دوسرے حصے میں مصدروں کی ایک لمبی فہرست ہے اور مصدروں کے محاورے کے معنی دیگر مشاہیر شعرا کے کلام سے استعمال کی نظیریں پیش کی ہیں۔ میرے خیال میں یہ کتاب ورنیکولر اور اینگلو ورنیکولر سکولوں کے طالب علموں کے حق میں نہایت ضروری اور مفید ہے اور اس قابل ہے کہ مدرسوں کے نصاب میں داخل کی جائے۔

بقلمِ زیب رقم یگانۂ روزگار سرآمد شعرائے نامدار

پنڈت امرناتھ صاحب مدن المتخلص بہ ساحر دہلوی

منشی آنند ناتھ صاحب ورما ایم۔ اے پروفیسر ہندو کالج نے ایک کاپی کتاب "اُردو کی اصلاح" عنایت فرمائی ہے اور ارشاد ہوا ہے کہ اس کی بابت اپنی رائے کا اظہار کروں۔ چونکہ ورما صاحب میرے دیرینہ عنایت فرما ہیں۔ اُن کے ارشاد کو رد کرنا اخلاق سے بعید تھا۔ از اوّل تا آخر میں نے کتاب کو بغور دیکھا۔ کتاب خوشخط چھپی ہوئی مجلّد جامہ زیب ہے۔ یہ ظاہری صورت ہے۔ کتاب کی معنوی صورت پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو دو ۲ فصلوں پر منقسم کیا گیا ہے۔ فصل اول مشتمل ۳ ابواب۔ فصل دوئم مشتمل ۵ ابواب یا از اندازہ ۵ ابواب۔ فصل اول میں نحوی قاعدے تذکیر و تانیث الفاظ اور اس کی مختلف صورتوں اور واحد اور جمع کا امتیاز، استعمال فاعلی مفعولی اور ندائی حالتیں اور حروف جار کی استعمال کے صحت کے بارے میں سخت محنت کوشش اور تلاش سے اس کو قابلِ فہم اور خوش اسلوب بنایا ہے۔ اکثر مواقع پر دہلی اور لکھنؤ کی زبان کا تذکرہ آیا ہے اور اس اختلاف زبان کو چنداں وقعت نہ دے کر مقامی اور قومی ضروریات اور تصرفات قرار دیا گیا ہے۔ خاتمہ اس فصل کا چند نکتوں پر کیا گیا ہے۔

یہ کوشش ادبِ اُردو میں ایک اضافہ ہے اور جو معلومات اس میں دی گئی ہے اس سے بچے. جوان اور بوڑھے مرد وزن فائدہ اٹھا سکتے ہیں. خاصکر بچے اور نوجوان جو آج کل ادبِ اُردو سے ناواقف ہی نہیں بلکہ اسکو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

فصل دوئم نوجوان کے واسطے دلچسپی کا موجب ہے مصادر کے مختلف معنوں میں مستعمل ہونے کا بیان بہت اچھے پیرایہ میں کیا گیا ہے اور تمثیلات مشاہیر ادب اُردو سے اس کی تصدیق کرائی گئی ہے. وسیع مطالعہ اُردو سے اسکا ثبوت ملتا ہے. میں ورما صاحب کو تہِ دل سے مبارکباد دیتا ہوں کہ ورما صاحب نے اُردو زبان کی ترقی اور صحت زباندانی کی نظر سے اس قدر محنت شاقہ برداشت کرکے ایک کارآمد صحیفہ اہلِ ادب کے روبرو پیش کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ شائقینِ ادب اُردو اس صحیفہ کی قدر و منزلت جسکی وہ مستحق ہے کشادہ دلی سے فرمائیں گے۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ پروردگارِ عالم ربّ العالمیان موجودہ کوشش کو کامیابی نصیب کرے اور آئندہ کوششوں کی توفیق عطا فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فقیر حقیر پنڈت امرناتھ مدن تحصیل ایڈیشنل

ساحر دہلوی

مورخہ ۲۴ رجون سنہ ۱۹۴۱ء

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

ہندوستان کے مشہور و معروف اخبار "منادی" مورخہ یکم جون ۱۹۴۱ء میں اس کتاب کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اِصلاحِ اُردو"

"مجھے بہت خوشی ہوئی کہ دہلی کے مشہور پروفیسر آنند ناتھ ورما صاحب نے ایک کتاب "اِصلاحِ اُردو" کے نام سے تیار کی ہے اس کتاب کا بڑا حصہ میں نے بھی پروفیسر صاحب سے اُنکی زبانی سُنا تھا اور بعض چیزوں کی نسبت مشورے بھی دیئے تھے۔ میرے شملے آجانے کے بعد پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب کا مسودہ اراکینِ انجمن ترقی اُردو کو بھی سنایا اور انہوں نے بھی اس کو پسند کیا۔ پروفیسر صاحب نے اس کا نام "نکاتِ آنند" تجویز کیا تھا اور میں نے ان سے کہا تھا کہ "اردو ادا کاری" نام رکھئے مگر معلوم ہوا ہے کہ انجمن ترقی اُردو کے اراکین نے اس کا نام "اِصلاحِ اُردو" تجویز کیا ہے۔ میں نے انجمن ترقی اُردو کے اس نام کو اپنے اور پروفیسر صاحب کے ناموں سے بہت ہی زیادہ موزوں اور مناسب اور ٹھیک نام مان لیا ہے۔ اس نام میں کتاب کا مضمون بھی ادا ہو جاتا ہے اور اس نام میں کوئی نقطہ بھی نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب اُردو کا غلط تلفظ کرنے والوں کی اصلاح کردے گی خصوصاً کالجوں اور اسکولوں میں جو غلط اُردو بولی جاتی ہے ان کے لئے بہت زیادہ مُفید ہوگی۔ میرے خیال میں یقیناً یہ کتاب اس قابل ہے کہ سب یونیورسٹیاں اسکو نصابِ تعلیم میں شریک کریں۔"

تمہید

کسی زبان کی قواعد سیکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس زبان کے بولنے یا لکھنے میں غلطی نہ ہو۔ لیکن صرف و نحو کی محض اصطلاحیں یا تعریفیں رٹ لینے سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا مثلاً یہ معلوم ہو کر کہ "سے" حرف جار ہے اور جو لفظ اردو میں اس سے پہلے آتا ہے اس کو مجرور کہتے ہیں۔ طالب علم اس بات سے ناواقف رہتا ہے کہ لفظ "سے" کا عملی فائدہ کیا ہے اور اس لفظ کو کن کن موقعوں پر استعمال کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ صرف و نحو کی جو اصطلاحیں عربی میں ہیں وہی فارسی میں ہیں اور ہو بہو وہی اردو میں ہیں اور تینوں زبانوں کی قواعد بھی اردو میں ہی پڑھائی جاتی ہے اس لئے اُن ہی باتوں کو دوبارہ سہ بارہ زبانی یاد کرنے سے عملی طور پہ کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ باوجود اس قدر اصطلاحات صرف و نحو ازبر کرنے کے طلباء صحیح اُردو لکھنے یا بولنے سے قاصر رہتے ہیں۔

جب تک کسی زبان کے محاورے یا روزمرّہ سے واقفیّت نہ ہو اس کا صحیح صحیح بولنا مشکل ہے۔ لیکن آجکل لفظ "محاورہ" کے متعلق بھی ایک غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ اکثر عام لوگ محاورے کو اور ضرب المثل یا کہاوت کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت محاورے اور ضرب المثل میں بڑا فرق ہے۔ کسی لفظ کو اس کے لغوی معنوں کے علاوہ دوسرے معنوں میں استعمال کرنے کو محاورہ کہتے ہیں۔ جیسے لفظ "اُتارنا" کے

لغوی معنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے لانا ہے۔ اس لئے قرض اُتارنا بمعنی قرضہ چکانا یا بیباق کرنا محاورہ ہو گیا۔ کسی خاص محاورے کا بننا اہل زبان کی بات چیت اور بول چال پر منحصر ہے۔ اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل زبان کس کو کہتے ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو اس لقب کے مستحق ہیں مثل مشہور ہے کہ "پدرم سلطان بود" کی کچھ وقعت نہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے آباو اجداد کے جاہ و حشمت کی شیخی مارے تو لوگ اس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے باپ دادا دُں کی عظمت سے آپ کو کیا سروکار۔ لیکن زباں دانی کے معاملے میں اس مثل کا برعکس اثر ہوتا ہے۔

جو شخص نجیب الطرفین ہو اور جس کے بزرگانِ خاندان پشتہا پشت سے اہلِ قلم ہوتے چلے آئے ہوں وہی اہلِ زبان ہے اور اُسی کی زبان مستند ہے۔ زباں دانی کسی خاص مذہب و ملت سے وابستہ نہیں ہے؛

حکیم ارسطو کا قول ہے کہ کسی طبیب کا معالجہ شروع کرنے سے قبل اس امر پر بخوبی غور کر لینا چاہیئے کہ اس کی علم طب میں کہاں تک دسترس ہے اور کسی کتاب کا مطالعہ کرنے سے پیشتر تحقیق کر لینا چاہیئے کہ اُس کے مصنف یا مؤلف کی علمی قابلیت و استعداد کیا ہے۔ لہٰذا راقم الحروف یہ مناسب خیال کرتا ہے کہ مجملاً اپنے سوانح حیات سلک تحریر میں لائے۔

مؤلفِ اوراقِ پریشاں کے آباو اجداد جو ماتھر کائستھ خاندان قانونگویان

نارنول سے تعلق رکھتے تھے۔ تقریباً تین سو سال سے خاص شہر دہلی میں اقامت گزیں ہیں اور شاہانِ مغلیہ کے عہدِ سلطنت میں مناصب جلیلہ پر سرفراز رہے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد احقر کے جدِ امجد منشی ابھے ناتھ صاحب نے دہلی کو خیرباد کہا اور ریاست الور کی ملازمت میں شہر الور میں سکونت اختیار کی ان کے بعد ان کے خلف الصدق منشی پالی ناتھ صاحب اس نیاز کیش کے والد ماجد بعہدہٴ محرری شفاخانہ صدر الور مامور رہے اور ۱۹۰۴ء میں بار ملازمت سے سبکدوش ہو کر بزمرہٴ پنشن خواران ریاست الور شامل ہوئے بوجہ مذکور الصدر خاکسار کا مولد و منشاء شہر الور واقع ہوا ہے میں نو سال تک ریاست کے ہائی اسکول میں زیرِ سایہٴ عاطفت لالہ شیام جس رائے صاحب بی۔ اے۔ ہیڈ ماسٹر تعلیم حاصل کر کے الہ آباد یونیورسٹی کا امتحان انٹرنس اوّل درجہ میں پاس کیا۔ چنانچہ ریاست الور نے معقول وظیفہ مقرر کر کے بغرض اعلےٰ التعلیم مہاراجہ کالج میں بھیج دیا۔ وہاں بی۔ اے کی ڈگری تک اکتسابِ علوم کیا۔ بعد از آں ریاست جیپور کے سربرآوردہ و ممتاز جاگیردار والیِ ڈگی یعنی عالیجناب بلند پایگاہ ٹھاکر صاحب دیوی سنگھ جی کے فرزند رشید ٹھاکر صاحب امر سنگھ جی کا اتالیق تعین ہوا اور چھ سال تک اُسی عہدہ پہ مامور رہا۔ اس ضمن میں احقر کو اس امر کے اظہار کرنے میں نہایت مسرت ہوتی ہے کہ فی الحال مسند ریاست ڈگی عالی جناب معلیٰ القاب ٹھاکر صاحب سنگرام سنگھ جی کی ذاتِ والا صفات سے مزین ہے جو زہد و تقویٰ کا فی الواقع مجسمہ ہیں اور جن کی شان میں

شعر مندرجہ ذیل شاہد حال ہے۔

حاجت بہ کلاہِ برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاہِ تتری دار

ٹھاکر صاحب دیبی سنگھ جی کے انتقال کے بعد سرکار دولتمدار پنجاب کے سررشتہ تعلیم میں شرف ملازمت حاصل کیا اور دو سال تک گورنمنٹ ہائی اسکول کرنال میں فرائض درس و تدریس سرانجام دیتا رہا۔ ۱۹۱۳ء میں ہندو کالج دہلی میں فارسی و اردو کا سینئر پروفیسر مقرر ہوا۔ اور الی الآن اسی عہدہ سے وابستہ ہے ۱۹۱۵ء میں زبان فارسی میں کلکتہ یونیورسٹی کی ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی جس وقت ۱۹۲۲ء میں دہلی یونیورسٹی قائم ہوئی۔ نواب والا جاہ اعلیٰ دستگاہ وائسرائے ہند کی منظوری سے بندہ دہلی یونیورسٹی میں ریڈر و شعبۂ فارسی و اردو کی تعلیم کا ہیڈ یعنی سرآمد مقرر ہوا اپنے متعلق اتنی ہی سمع خراشی کافی ہے ؏

آنند ناتھ ورما
ہندو کالج دہلی
مورخہ ۹ جون ۱۹۴۱ء

اوّل فصل

پہلا باب

اُردو کے چند اہم نحوی قاعدے

(۱) اکثر انگریزی نحو کی تقلید کی وجہ سے اردو میں خلاف محاورہ جملے بولے جاتے ہیں جیسے۔

پانچ لڑکے اور ایک لڑکی دروازے پر کھڑے ہیں ۔

اوپر کا جملہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک عام نحوی قاعدہ اردو میں یہ ہے کہ فعل قریب کے فاعل یا مبتدا سے بہ لحاظ تذکیر و تانیث اور واحد و جمع مطابقت رکھتا ہے۔ اس وجہ سے یہ جملہ صحیح یوں ہوگا :-

پانچ لڑکے اور ایک لڑکی دروازے پر کھڑی ہے

یا ایک لڑکی اور پانچ لڑکے دروازے پر کھڑے ہیں

یا پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں دروازے پر کھڑی ہیں

اسی قسم کی اور مثال یہ ہے ۔

سپاہی اور تھانہ دار دروازے پر کھڑا ہے۔

اوپر کے جملے سے یہ مُراد ہے کہ ایک سپاہی اور ایک تھانہ دار دروازے پر کھڑا ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ تھانہ دار ایک ہے اور سپاہی ایک سے زیادہ ہیں تو یوں کہنا چاہیئے:۔

تھانہ دار اور سپاہی دروازے پر کھڑے ہیں۔

اگر سپاہی اور تھانہ دار دونوں ایک سے زیادہ ہوں تو اس طرح کہنا چاہیئے۔

تھانہ دار بھی دروازے پر کھڑے ہیں سپاہی بھی کھڑے ہیں۔

مندرجہ ذیل مثالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ ضمیر (جن میں سے کوئی متکلّم ہو کوئی مخاطب کوئی غائب) مبتدا یا فاعل ہونے کی حالت میں فعل کس قسم کا ہو گا۔

تم اور وہ دوست ہو یا وہ اور تم دوست ہو (یا پڑھتے ہو)

ہم تم دوست ہیں (یا پڑھتے ہیں)

تنبیہ۔ ہم تم کی بجائے "تم ہم" کہنا غلط ہے۔ ہاں یہ جملہ صحیح ہو گا

تم اور ہم اسی مدرسے کے طالب علم ہیں (یا پڑھتے ہیں)

میں اور وہ دوست ہیں یا وہ اور میں دوست ہیں (یا پڑھتے ہیں)

میں اور تم دوست ہیں یا تم اور میں دوست ہیں (یا پڑھتے ہیں)

میں تم اور وہ دوست ہیں (یا پڑھتے ہیں)

اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے کہ ضمیر متکلم خواہ کسی دوسرے ضمیر کے ساتھ مل کر مبتدا ہو۔ لیکن فعل ہمیشہ جمع ہو گا۔

(۳) اگر کسی فعل ناقص کا مبتدا اور خبر دونوں اسم ہوں تو فعل کی مطابقت مبتدا کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسے

ایسے زور کی آندھی آئی کہ دن رات معلوم ہونے لگا۔

اس جملے میں "دن" مبتدا ہے اور مذکر ہے اس وجہ سے فعل مذکر ہے یعنی "لگا" لفظ "رات" کے لحاظ سے "لگی" کہنا صحیح نہیں ہے۔

ٹوٹتے ہوئے ستارے کی اتنی روشنی ہوئی کہ رات دن معلوم ہونے لگی۔

یہاں مبتدا "رات" ہے۔ فعل "لگی" بہ لحاظ جنس "رات" سے مطابقت رکھتا ہے۔ مصرعہ

ظلمتِ عصیاں سے میرے بن گیا شب روزِ حشر

یہاں فعل "بن گیا" بلحاظ جنس "روزِ حشر" سے مطابقت رکھتا ہے لیکن ان جملوں کو اس طرح بولنا زیادہ فصیح ہو گا:-

ایسے زور کی آندھی آئی کہ دن کی رات معلوم ہونے لگی۔

ٹوٹتے ہوئے ستارے کی اتنی روشنی ہوئی کہ رات کا دن معلوم ہونے لگا۔

اسی طرح کے یہ جملے ہیں:- یہ مکان میرا تمام سرمایہ ہے۔

یہ مکانات میرا تمام سرمایہ ہیں۔

پہلے جملے میں چونکہ "مکان" مبتدا ہے اور واحد ہے اس وجہ سے

فعل واحد یعنے لفظ "ہے" آنا چاہیئے اور دوسرے جملے میں بمتدا لفظ "مکانات" ہے اور جمع ہے اس وجہ سے فعل جمع یعنی لفظ "ہیں" استعمال کرنا چاہیئے۔

(۴) اگر ایک صفت دو یا دو سے زیادہ ایسے اسموں کی تعریف کرے جو جنس کے لحاظ سے مختلف ہوں یا ایسے اسموں کے ساتھ اضافت استعمال کی جائے تو صفت و فعل اور علامتِ اضافت کی قریب کے اسم سے مطابقت ہونی چاہیئے۔ جیسے

اُس کا باپ اور بہنیں مسجد میں بیٹھی ہیں۔
اُس کی بہنیں اور باپ مسجد میں بیٹھا ہے۔
اُس کی جھوٹی باتیں اور بُرا چال چلن شرم کے قابل ہے۔
اُس کا بُرا چال چلن اور خصلت شرم کے قابل ہے۔

(۵) اگر کسی فعل کے دو یا زیادہ ذی روح اسم بطور فاعل ہوں اور اُس کام کے کرنے میں سب شریک ہوں تو فعل جمع کی شکل میں ہونا چاہیئے۔

کشن اور لشن انگریزی پڑھتے ہیں۔
کشن لشن اور موہن ہر روز مدرسے جاتے ہیں۔

لیکن فاعلوں یا مبتداؤں کے غیر ذی روح ہونے کی حالت میں فعل کو تعداد اور جنس کے لحاظ سے قریب کے اسم سے مطابق ہونا چاہیئے۔

جیسے

مریض کا معدہ اور جگر ٹھیک کام نہیں کرتا۔

ایران اور افغانستان ہندوستان کا پڑوس ہے۔
مریض کا معدہ اور زبان ٹھیک کام نہیں کرتی۔
انسان کے ہاتھ پاؤں اور زبان ہوتی ہے۔
مریض کا معدہ اور گُردے ٹھیک کام نہیں کرتے۔
مریض کا معدہ اور گُردہ ٹھیک کام نہیں کرتا۔

جو قاعدہ اوپر لکھا گیا ہے اُس کی تائید میں ذوقؔ کا مندرجہ ذیل شعر غور کے قابل ہے:۔

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

اِس شعر میں تفنگ کا لفظ اسم مؤنّث ہے اور لفظ تیر اسم مذکر یہ دونوں لفظ جُدا ہیں لیکن فعل "تھا" صرف قریب کے لفظ "تیر" سے تعداد اور جنس میں مطابقت رکھتا ہے۔ اگر شاعر چاہتا تو بجائے لفظ "تھا" لفظ "تھے" استعمال کرسکتا تھا اور اس تبدیلی سے پہلے مصرع کے وزن یا بحر میں کچھ فرق نہ پڑتا۔

(۶) اگر دو لفظ مل کر ایک کلمہ بن جائیں تو ان کے پہلے کی علامت اضافت اور فعل جمع کی شکل میں ہوگا۔ جیسے۔
زید کے ماں باپ بھلے مانس ہیں۔
کریم کے بیوی بچّے خلیق ہیں۔

(۷) اگر کسی جملے میں لفظ "نے" جو علامت فاعلی ہے۔ فعل متعدی کے

ساتھ استعمال ہو تو فعل جنس و تعداد میں مفعول کے مطابق ہوگا جیسے میں نے کتاب پڑھی۔ تم نے تماشا دیکھا۔ تم نے کتابیں پڑھیں۔ میں نے اس کالج کے بہت سے لڑکے ہوشیار دیکھے۔ اُس نے ہندوستان کی بہت سی عورتیں عقلمند پائیں۔

اوپر کے جملوں میں اگر مفعول کے بعد لفظ "کو" بڑھا دیا جائے تو فعل ہر حالت میں واحد مذکر ہوگا۔ جیسے میں نے کتاب کو پڑھا۔ تم نے تماشے کو دیکھا تم نے کتابوں کو پڑھا میں نے اس کالج کے بہت سے لڑکوں کو ہوشیار دیکھا۔ اُس نے ہندوستان کی بہت سی عورتوں کو عقلمند پایا۔

مفعول کے بعد لفظ "کو" لانے سے کلام میں تاکید اور زور پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے۔ میں نے کتاب پڑھی لیکن کوئی مفید بات اُس میں نہ پائی۔ اسی خیال کو اگر ذرا زور اور تاکید کے ساتھ ظاہر کرنا ہے تو یوں کہنا چاہیئے۔

میں نے کتاب کو پڑھا۔ لیکن کوئی مُفید بات اُس میں نہ پائی۔

(۸) اگر بجائے "تم" تعظیم کے طور پر لفظ آپ استعمال کریں تو فعل جمع ہونا چاہیئے۔ جیسے۔

آپ انگریزی پڑھتے ہیں۔ آپ گیند بلّا کھیلتے ہیں۔

ایسے جملوں میں لفظ "ہیں" کی بجائے لفظ "ہو" بولنا بالکل غلط ہے۔ ایسے موقع پر فعل امر کا صحیح استعمال مندرجہ ذیل جملوں سے ظاہر ہے۔

تم یہیں بیٹھو۔ آپ یہیں بیٹھیں یا بیٹھئے۔ یا بیٹھئے گا۔ لیکن "آپ یہیں بیٹھو" کہنا غلط ہے۔
بہ نسبت "آپ یہیں بیٹھیں"۔ "آپ یہیں بیٹھئے" یا "بیٹھئے گا"۔ سے زیادہ نرمی و مدارا ظاہر ہوتا ہے۔

(۹) کتابوں کے نام خواہ واحد ہوں۔ خواہ جمع۔ فعل ہر حالت میں واحد مؤنث ہونا چاہیئے۔ جیسے میں نے وقائع نعمت خاں عالی پڑھی ہے اس نے توقیعات کسریٰ ختم کرلی ہے۔ تم نے قصص ہند نہیں دیکھی۔ اگر کسی کتاب کے نام کے آخر میں لفظِ نامہ ہو تو وہ نام مذکر سمجھا جائیگا جیسے میں نے شاہنامہ پڑھا ہے۔ تم نے جنگ نامہ دیکھا ہے۔
لیکن اخباروں اور رسالوں کے نام کے بعد فعل واحد مذکر استعمال کرنا چاہیئے۔ جیسے اگر کسی اخبار یا رسالے کا نام "تمیز" یا "تبدیلیاں" ہے تو یوں بولیں گے کہ ابھی تبدیلیاں نہیں آیا۔ آج کا تمیز نہیں ملتا۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ناموں سے پہلے لفظ "اخبار" یا "رسالہ" محذوف ہے۔

(۱۰) اگر دو لفظ مل کر ایک کلمہ بن جائیں تو فعل واحد لانا چاہیئے اور تذکیر و تانیث کے لحاظ سے فعل آخری لفظ کے مطابق ہونا چاہیئے جیسے گھوڑا گاڑی دروازے پہ کھڑی ہے۔
قلم دوات میز پر رکھی ہے۔
گاڑی گھوڑا دروازے پہ کھڑا ہے۔

سوئی تاگا میز پر رکھا ہے،
چونکہ قلم کا لفظ مذکّر اور مؤنّث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے
اس وجہ سے یہ جملے بھی صحیح ہیں۔
دوات قلم میز پر رکھا ہے۔
دوات قلم میز پر رکھی ہے۔
کبھی کبھی قاعدۂ مذکورۂ بالا کے خلاف بھی استعمال ہوتا ہے
جیسے۔ ترکاری میں نمک مرچ تھوڑا ڈالا ہے۔
(۱۱) اگر مصدر سے پہلے کوئی اسم مؤنّث ہو تو مصدر کا الف یائے معروف سے بدل دینا چاہیئے۔ جیسے۔
کلام کرنا۔ بات کرنی۔ تدبیر سوچنی۔ حیلہ سوچنا۔
لیکن دہلی والوں اور لکھنؤ والوں میں اس معاملے میں اختلاف ہے مثلاً دہلی میں کہتے ہیں:۔ مجھ کو کوئی اور تدبیر سوچنی پڑے گی لکھنؤ والے اس جملے کو یوں بولتے ہیں:۔ مجھ کو کوئی اور تدبیر سوچنا پڑے گی لیکن یہ امر مسلّم ہے کہ اساتذۂ لکھنؤ مصدر کی تانیث بناتے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل شعروں سے ظاہر ہے۔

نسیم لکھنوی ؎

جانا یہ زُلف کف میں لینی
ہے سانپ کے مُنہ میں اُنگلی دینی

انشاء سے

تعظیم لیبی اتنی ہر وقت فائدہ کیا
اب تک ہے ہم سے تم کو بدّ نظر تکلّف

امانت لکھنوی سے

سرشکِ دیدہ ہائے تر سے دھو ڈالوں گا عصیاں کو
انھیں چشموں سے اے دل آبرو محشر میں پانی ہے

ناسخ سے

خواب میں وہ آنے کا کیوں نہ اب کرے وعدہ
یعنے کب جُدائی میں مجھ کو نیند آتی ہے

(۱۲) چونکہ "نے" علامت فاعلی ہے اس وجہ سے اس کے بعد اسم مفعول استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔ جیسے یہ جملہ بالکل غلط ہے

میں نے آپ سے پہلے ہی کہا ہوا ہے۔

یہ جملہ اس طرح درست ہوگا۔

میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ رکھا ہے یا کہہ دیا ہے۔

(۱۳) اگر مصدر سے پہلے کوئی اسم صیغہ جمع میں موجود ہو تو اہلِ دہلی مصدر کی بھی جمع بنا دیتے ہیں۔ جیسے

مجھ کو آج کئی خط لکھنے ہیں۔

بے شک آپ کے پانچ روپے مجھ کو دینے ہیں

اہلِ لکھنؤ ان جملوں کو یوں صحیح مانتے ہیں۔

مجھ کو آج کئی خط لکھنا ہیں۔

بے شک آپ کے پانچ روپے مجھ کو دینا ہیں۔

(۱۴) مصدر "پانا" کے ماضی مطلق یعنی "پایا" "پائی" - یا "پائے" کے پہلے اہلِ لکھنؤ اکثر فعل امر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اہلِ دہلی اس امر کے بعد لفظ "نے" بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے دہلی میں کہتے ہیں۔

چڑیا اڑنے بھی نہ پائی تھی کہ باز نے اسے دبوچ لیا۔

اسی فقرے کو لکھنؤ میں یوں بولتے ہیں۔

چڑیا اڑ بھی نہ پائی تھی کہ باز نے اسے دبوچ لیا۔

غالبؔ

پنہاں تھا دام سخت قریب آشیانے کے
اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

دوسرا باب

تذکیر و تانیث

مندرجہ ذیل جانداروں کی تانیث غور کے قابل ہے

مذکّر	مؤنّث
نواب	بیگم
مینڈھا	بھیڑ
بچھڑا	بچھیا
تیتر	تیتری
ماموں یا ماما	مُمانی یا مامیں یا مامی
لوہار	لوہاری
سُنار	سُناری
مچھیرا	مچھیری
بندہ	بندی (صرف عورتیں بجائے واحد متکلم بولتی ہیں)
فرنگی	فرنگن
حاجی	حجّن

مؤنّث	مذکّر
رنگریزن	رنگریز
انگریزن	انگریز
گائن	گوّیا
چودھرائن یا چودھران	چودھری
اُستانی	اُستاد
ڈاکٹرنی	ڈاکٹر
ماسٹرنی	ماسٹر
کمپاؤنڈرنی	کمپاؤنڈر
تحصیلدارنی	تحصیلدار
جنّاتنی	جِن
شاعرنی	شاعر
نوکرنی یا نوکرانی	نوکر
ٹھکرانی	ٹھاکر
مُغلانی	مُغل
سیّدانی	سیّد
کُتیا	کُتّا
طوطی	طوطا
بندریا	بندر

مذکّر	مؤنّث
چڑا	چڑیا
گدھا	گدھی
بلّا۔ بلاؤ	بلّی
سقّا	سقّن یا سقنی (اکثر سقنی ہی بولا جاتا ہے)
بنیا	بنیین
منہار	منہاری
مسلمان	مسلمانی
ہندو	ہندنی

تنبیہ۔ بھیڑ کا لفظ مؤنّث ہی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگ اکثر بھیڑا اور بھیڑی بھی بولتے ہیں۔ لیکن بھیڑا یا بھیڑی کا لفظ فصیح نہیں اور نہ یہ دونوں لفظ اساتذہ کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔

لفظ "بچھڑا" کا مؤنّث بچھیا ہے لیکن گنوار آدمی بچھڑی بھی بول دیتے ہیں لیکن بچھڑی اُردو میں کوئی لفظ نہیں ہے۔

لوہار اور سُنار کا مؤنّث پورب میں لہارن اور سُنارن بھی بولا جاتا ہے۔

تیتر کا لفظ نر و مادہ دونوں کے لئے بطور مذکّر بولا جاتا ہے اور تیتری کا لفظ مؤنّث ہے۔ اور عام طور پر رنگین بڑے پر والے کیڑے کو کہتے ہیں۔ تیتر بازمادہ تیتر کو تیتری کہتے ہیں۔

ماموں کا مؤنث مسلمانوں میں مُمانی بولا جاتا ہے۔ ہندو اکثر مائیں یا مامی کہتے ہیں۔

لفظ "گویّا" مرد اور عورت دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے

یہ قوّال بڑا گویّا ہے۔

یہ رنڈی بڑی گویّا ہے۔

اُردو میں رنڈی کا لفظ کسبی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے بیوہ کے معنوں میں نہیں۔

کم از کم دہلی والے یوں نہیں بولتے کہ یہ رنڈی بڑی گائن ہے۔

نوکر کا مؤنث اگرچہ نوکرانی فصیح ہے لیکن دہلی میں نوکرنی بھی بولا جاتا ہے۔

لفظ "گدھا" کا مؤنث گدھی ہے گدھیا غلط ہے۔

شاعر کا اُردو میں مؤنث شاعرنی ہے۔ فارسی میں شاعرہ (جان صاحب)

میں وہ شاعرنی ہوں گر بکڑے کوئی میری زبان ؎
لاکھ مرزا کو سناؤں سو سناؤں میر کو

مُسلمان کا مؤنث مسلمانی ہے لیکن یہ لفظ مذہب اسلام کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور مسلمانی کرنا ختنہ کرنے کو کہتے ہیں۔

ہندو کا مؤنث ہندنی ہے۔ ہندو کا اسم صفت ہندوانی ہے جیسے ہندوانی محلہ۔

بلّی کا مذکر بلاؤ ہے لیکن لفظ بلّا بھی مستعمل ہے۔ بلوٹا بلّی کے بچے کو

کہتے ہیں۔
"طوطا" کا مؤنث "طوطی" ہے۔ لیکن طوطی کا لفظ "طوطی بولنا" (یعنی شہرت یا غلبہ ہونا) کے خاص محاورے میں مذکر بولا جاتا ہے ورنہ مؤنث ۔

شہرہ ہے اُس سبزۂ رُخسار کا
خوب طوطی بولتا ہے یار کا
آئینہ ہوتا ہے مُنہ دیکھ کے پانی پانی
طوطیاں ہوتی ہیں سُنکر تری تقریر سفید

بُلبل کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔
رشک ۔

نشہ ہے وصفِ چشم میں یا خوابِ مرگ ہے
بلبل نے جب سُنے مرے اشعار گر پڑی

خواجہ آتش ۔

بلبل گلوں سے دیکھ کے تجھ کو بگڑ گیا
قمری کا طوق سرو کی گردن میں پڑ گیا

اسی طرح لفظ عندلیب تذکیر و تانیث میں مشترک ہے۔
آتش ۔

کرتا ہے نغمہ صورتِ داؤد عندلیب
عالم ہوا ہے دفترِ گل پر زبور کا

ناسخؔ ؎

ایک دن بیٹھی تھی وہ آکر ہری دیوار پر
چومتے ہیں غنچہ و گل آج پائے عندلیب

لفظ "چکور" بھی مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔

تیسرا باب

بیجان چیزوں کی تذکیر و تانیث

اُردو میں بیجان چیزوں کی تذکیر و تانیث کا مسئلہ بڑا دقیق ہے اور بہت سے لفظوں کی تذکیر و تانیث میں اختلاف بھی ہے عام قاعدہ یہ ہے کہ جس ہندی لفظ کے آخر میں حرف "ا" یا "ہ" ہوتی ہے وہ بطور مذکر بولا جاتا ہے۔ جیسے میرا کوڑا۔ اُس کا جوتا۔ اور جس لفظ کے آخر میں یائے معروف ہوتی ہے وہ بطور مؤنث استعمال ہوتا ہے جیسے۔ میری کہانی۔ گوروں کی چھاؤنی۔

اوپر کے قاعدے کے بموجب ایسے انگریزی یا کسی اور زبان کے لفظ جو اُردو میں مستعمل ہیں اور جن کے آخر میں الف ہے مذکر بولے

جاتے ہیں جیسے آج کی مجلس کا ایجنڈا بڑا لمبا ہے۔

ایسے لفظوں کے آخر میں اگر یائے معروف ہو تو مؤنث سمجھے جائیں گے جیسے پنجاب کی یونیورسٹی بڑی اچھی ہے۔

ملکوں یا شہروں کے نام بھی اسی ذیل میں شامل ہوں گے۔ جیسے راولپنڈی لُٹ گئی۔ کراچی اُجڑ گئی۔ ترکی لڑائی میں شامل نہیں ہوگی۔ جرمنی انگلستان پر ضرور حملہ کرے گی۔ اس دفعہ اٹلی ہار سے گی۔ بمبئی تباہ ہوگئی۔ اجمیر اور بیکانیر بطور مذکر مستعمل ہیں۔ غیر زبانوں کے لفظ جو اُردو میں داخل کئے جاتے ہیں ان کے متعلق قدیم سے یہ قاعدہ چلا آتا ہے کہ اُردو میں اُن کے ہم معنی یا قریب المعنیٰ الفاظ کی تذکیر و تانیث کے مطابق ان کی بھی تذکیر و تانیث قرار دی جاتی ہے مثلاً ہندوستان میں پہلے ریل نہ تھی۔ جس وقت یہاں ریل جاری ہوئی تو سوچا گیا کہ آخر کو ریل ایک قسم کی گاڑی ہی تو ہے اس وجہ سے لفظ ریل کو بطور مؤنث بولنے لگے۔

اسی طرح بوتل انگریزی لفظ ہے۔ چونکہ اس سے معنوں میں ملتا جلتا لفظ اُردو میں صُراحی ہے اور صُراحی کا لفظ مؤنث ہے اس لئے بوتل کا لفظ بھی مؤنث قرار دیا گیا۔

اس ضمن میں انگریزی لفظ "میل" بمعنی ڈاک اور "موٹر" خاص طور پر قابلِ غور ہے خواہ "میل" کے معنی ڈاک لئے جائیں خواہ ڈاک گاڑی دونوں حالتوں میں "میل" کا لفظ بطور مؤنث استعمال کرنا

چاہیئے کیونکہ "ڈاک" اور "گاڑی" دونوں لفظ اُردو میں مؤنث بولے جاتے ہیں اس وجہ سے مندرجہ ذیل دونوں جملے غلط ہیں :-

ابھی میل نہیں آیا۔
میرا موٹر کھڑا ہوا ہے۔

صحیح یوں ہوں گے :-

ابھی میل نہیں آئی۔
میری موٹر کھڑی ہوئی ہے۔

چوتھا باب

ذیل میں چند ایسے الفاظ درج کئے جاتے ہیں جن کی تذکیر و تانیث کے متعلق اختلاف ہے :-

املا :- یہ لفظ اکثر بطور مؤنث بولا جاتا ہے چنانچہ رشک مرحوم نے اپنے مندرجہ ذیل شعر میں اس کو مؤنث ہی استعمال کیا ہے۔ ؎

نامۂ جاناں ہے کیا لکھا مری تقدیر کا
خط کی انشا اور ہے لکھنے کی املا اور ہے

مالا :- اس لفظ کو اہلِ دہلی مؤنث بولتے ہیں۔ جیسے میری مالا ٹوٹ گئی۔ لیکن فصحائے لکھنؤ کے کلام میں بطور مذکر ہی مستعمل ہے۔

شیخ ناسخ ؎

تیرا مالا موتیوں کا قتل کرتا ہے مجھے
اے پری مالا سرو ہی کا یہ مالا ہوگیا

عصا۔ یہ لفظ شعراء کے کلام میں بطور مذکر ہی مستعمل ہے۔

زورِ بازوئے جواں ہے آسرا ہر پیر کا
دیکھ لو دستِ کماں میں بھی عصا ہے تیر کا

جفا:۔ مؤنث ہے۔ مصرع

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی

بُورا:۔ اسم مؤنث ہے۔ جیسے ساری بُورا گر پڑی

واویلا:۔ مؤنث ہے۔ جیسے بڑی واویلا مچ رہی ہے۔

منشا:۔ بمعنی مقام ولادت مذکر ہے۔ جیسے میرا مولد و منشا اجمیر ہے۔
اور بمعنی آرزو یا تمنا مؤنث ہے جیسے آپ کی منشا معلوم ہو گئی۔

فضا:۔ شعراء نے اس لفظ کو مؤنث ہی باندھا ہے۔

مصحفی ؎

باغ سر سبز ہے اور آب و ہوا اچھی ہے
کیجئے سیر کوئی دم کہ فضا اچھی ہے

خلا:۔ تذکیر و تانیث کے لحاظ سے اس لفظ کے استعمال میں بھی اختلاف ہے۔

ناسخ ؎

ہے یونہی ترک ہوا ہم کو اگر اے فلسفی
ثابت اپنے عالم دل میں خلا ہو جائے گا

رشک ؎

خلا ٹھیری محالِ عقل اگر تو کیا سبب اس کا
دلِ جاناں ہوائے صحبتِ عاشق سے خالی ہے

لیکن فصحاء اکثر "خلا" کو مذکر ہی بولتے ہیں۔

نشو و نما۔ ناسخ ؎

خط کو روئے یار پر نشو و نما ہوتا نہیں
سبزۂ بیگانہ گل سے آشنا ہوتا نہیں

صبا ؎

چشم پُر آب سے ہے نشو و نما ساون کی
نفسِ سرو نے باندھی ہے ہوا ساون کی

بیشتر شعراء بطور مؤنث ہی استعمال کرتے ہیں۔

عطا: بمعنی بخشش اسم مؤنث ہے۔

آتش ؎

عفو ہو جائیں گے ہر چند کہ لاکھوں ہیں گناہ
یہ عطا ہے تری رحمت کے قریں تھوڑی سی

چھالیا: بمعنی سپاری مؤنث ہے۔ جیسے ذرا سی چھالیا کھائی تھی۔

اسیر ؎

تعریف اس کی چرب زبانی کی کیا کروں
کھائی جو چھالیا تو وہ چکنی ڈلی ہوئی

نقاب :۔ شعرائے متقدّمین بطور مؤنث استعمال کرتے تھے۔ لیکن متاخرین کے کلام میں بطور مذکر ہی مستعمل ہے۔

امانت ؎

چہرے سے اپنے دور جو اس نے نقاب کی
رنگت سفید شب کو ہوئی ماہتاب کی

آتش ؎

یار کا رخسارۂ رنگیں ہے آتش رشکِ باغ
جب نقاب اُلٹا درِ گلزار کو وا کر دیا

نصیب :۔ یہ لفظ اسم مذکّر ہے۔ اور اکثر جمع کے صیغے میں استعمال ہوتا ہے۔ ؎

اس نے نامہ لکھا نصیب پھرے
نامہ بر گیا پھر انصیب پھرے

نقب۔ کونبھل :۔ دونوں لفظ مؤنث ہیں۔ جیسے چوروں نے اُسکے دیوانخانے کی دیوار میں نقب (کونبھل) لگالی۔

لَب :۔ بمعنے ہونٹ مذکّر ہے لیکن اس کی جمع لبیں مؤنث بولی جاتی ہے۔ جیسے۔ ایسے میٹھے آم ہیں کہ لبیں بند ہوتی ہیں۔ یا اس نے لبیں کتروالیں۔

خلعت :۔ اسم مذکّر ہے۔ (برق مرحوم) مصرع

جامہ داغوں کا بلا خلعتِ سوا پایا

قامت :۔ پہلے بطور مؤنث بولتے تھے۔ اب بطور مذکر مستعمل ہے۔

شیخ ناسخ مرحوم ؎

قامتِ موزوں نظر آئی مجھے جائے الف
تھا شروعِ عاشقی دن اپنی بسم اللہ کا

خواجہ آتش مرحوم ؎

قامتِ موزوں تصوّر میں قیامت بن گیا
چشم کی گردش نے کارِ فتنۂ دوراں کیا

تفاوُت[1] :۔ یہ لفظ خاص طور پر توجّہ کے قابل ہے کیونکہ عربی کے اور الفاظ جو فَعَالت کے وزن پر ہیں۔ جیسے

حلاوت۔ سخاوت۔ وہ اُردو میں مؤنث بولے جاتے ہیں۔

صرف یہی لفظ بطور مذکر مستعمل ہے۔

شیخ ناسخ مرحوم ۔ع۔ کیا تفاوت اب رہا اس بُت میں اور اللہ میں۔

بھاپ ۔ بطور مؤنث بولا جاتا ہے۔ جیسے روٹی کی بھاپ نکل گئی۔

الاپ۔ تھاپ :۔ یہ دونوں لفظ علم موسیقی کی اصطلاح ہیں اور مؤنث بولے جاتے ہیں۔

میر حسن دہلوی ؎

وہ رقصِ بُتاں اور وہ ستھری الاپ
وہ گوری کی تانیں وہ طبلوں کی تھاپ

---

[1] یہ لفظ حرف واؤ کے فتح سے بھی صحیح ہے اس وجہ سے اگرچہ ظاہراً یہ فَعَالَت کے وزن پر معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تَفَاعُل کے وزن پر ہے۔

ناپ ۔ اسم مؤنث ہے۔ جیسے کُرتے کی ناپ لے لو۔

التفات :۔ بمعنے مہربانی یا توجّہ اسم مؤنث ہے۔ جیسے بندے پر جناب کی التفات کچھ کم ہوگئی۔

پت :۔ بمعنے صفرا جمع مذکّر ہے۔ جیسے اُس کی قے میں پت نکلے۔

بید۔بیت۔ بمعنے قمچی یا چھڑی اسم مؤنث ہے۔ جیسے میری بیت کھوگئی۔

ریت۔ ریتا :۔ پہلا لفظ بطور مونث بولا جاتا ہے۔ جیسے کپڑوں پر بہت سی ریت پڑی ہے۔ دوسرا لفظ اسم مذکّر ہے۔ جیسے جو دھپور میں بڑا ریتا اُڑتا ہے۔

جنّت :۔ یہ لفظ اگرچہ بہشت کا ہم معنی ہے لیکن بہشت اسم مذکّر ہے اور جنّت اسم مؤنث ہے۔ جیسے عابدوں کو جنّت ملے گی۔

کاٹ :۔ بہت سے شعرا نے اس لفظ کو مؤنث ہی باندھا ہے۔

امانت ؎

ابرو کی کاٹ کا جو امانت لکھا ہے وصف
خامہ کی ہے زباں دمِ تحریر باڑ دار

زخمۂ عشق پہ اتنا بھی ستم خوب نہیں
کاٹ اچھی نہیں ہر دم کی یہ دم خوب نہیں

جُھوٹ :۔ یہ لفظ بچے ہوئے کھانے کے معنے میں مؤنث ہے جیسے کسی کی جھوٹ کھائے میٹھے کے لالچ۔ اور خلاف واقعہ یعنی سچ کے نقیض کے معنی میں مذکّر ہے۔ جیسے

جھُوٹ جو بولے گا وہ پچھتائے گا
سچ بھی اُس کا جھُوٹ سمجھا جائے گا

ٹکٹ :۔ مذکّر ہے اس لئے یہ فقرہ بالکل غلط ہے "یہاں ٹکٹیں بکتی ہیں" یہ فقرہ یوں صحیح ہوگا۔ "یہاں ٹکٹ بکتے ہیں"۔ (افسوس کہ دہلی کے ڈاکخانوں میں بھی یہی غلط فقرہ لکھا ہوا ہے)

کھُوٹ :۔ چاندی سونے میں ملاوٹ کے معنی ہیں مذکر ہے۔ جیسے تمہارے زیوروں میں بڑا کھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ بدی یا بُرائی کے معنی میں مؤنث ہے۔

مصحفی ؎

یہ مصحفی ہے نصیبوں کی کھوٹ شکوہ نہ کر
کوئی نہیں جو ترا قدرداں زمانے میں

اُوٹ :۔ بمعنی آڑ یا پردہ اسم مؤنث ہے۔

آتش مرحوم ؎

ٹٹّی کی اُوٹ میں وہ کیا کرتے ہیں شکار
مُنھ کو چھپائے رکھتے ہیں اپنے نقاب میں

پُوٹ :۔ بمعنی گٹھڑی اسم مؤنث ہے۔

داغ ؎

جہاں سو حسرتوں کی پُوٹ ہے اب
یہیں اک شخص کی تربت کبھی تھی

سطح :- یہ لفظ بطور مؤنث بولا جاتا ہے۔ جیسے پانی کی سطح ہمیشہ ہموار رہتی ہے۔

ترشح :- یعنی بوندا باندی مؤنث ہے۔ جیسے آج صبح سے اچھی ترشح ہو رہی ہے۔

مرزا غالب نے اس لفظ کو مذکر استعمال کیا ہے۔

(از رقعات مرزا غالب)

جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لے جائے گا۔

گھبراہٹ :- فصحا کے کلام میں بطور مؤنث مستعمل ہے لیکن بعض آدمی دہلی میں اس لفظ کو مذکر بولتے ہیں۔ جیسے مجھ کو بڑا گھبراہٹ ہو رہا ہے۔

صبح :- مؤنث ہے۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

ایجاد :- یہ اِفعال کے وزن پر عربی لفظ ہے اور اس وزن والے بہت سے لفظ مذکر ہی بولے جاتے ہیں۔ جیسے اقرار۔ انکار۔ احسان۔ انعام وغیرہ لیکن اس قاعدے سے کچھ الفاظ مستثنےٰ بھی ہیں۔ جیسے امداد۔ ایذا۔ افراط۔ اصلاح۔ بیشتر فصحا اس لفظ کو بھی مستثنےٰ خیال کرتے ہیں اور بطور مؤنث بولتے ہیں۔ جیسے جرمنی کی اس ایجاد نے دنیا کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔

مد۔ بمعنے صیغۂ حساب مؤنث ہے۔ جیسے سفر خرچ کے لئے نئی مد بنائی جائے گی۔
برقؔ مرحوم۔ مصرع

ہر رگ بدن میں مد ہے ہمارے حساب کی

لیکن اُس علامت کے معنے ہیں جو الف کے اوپر اُس کی درازی ظاہر کرنے کے لئے لکھی جاتی ہے مذکر ہے۔
اسیرؔ مرحوم ؎

خط ہوا روشن جو لکھا عارضِ جاناں کا وصف
دائرہ مہتاب رشکِ کہکشاں مد ہو گیا

اور اُس پانی کے معنے ہیں جو بحالتِ مستی درختوں سے ٹپکتا ہے مذکر ہے۔ جیسے نیم کا مد خون کو صاف کرتا ہے۔
بینچ :۔ یہ انگریزی لفظ ہے۔ چونکہ یہ ایک قسم کی چوکی میز کرسی یا تپائی ہے اس وجہ سے مؤنث ہے۔
کوچ :۔ انگریزی لفظ ہے۔ بمعنی چارپائی یا سٹیج گاڑی دونوں صورتوں میں مؤنث ہے۔
مدِّ نظر :۔ بمعنی حدِّ نگاہ یا وسعتِ نگاہ۔ اسم مؤنث ہے۔ جیسے۔ انسان کی مدِّ نظر محدود ہے۔ اور مقصد یا ارادے کے معنی میں مذکر ہے۔

آتش مرحوم ؎

میں نے عریاں تجھے اے رشک قمر دیکھ لیا
دیدۂ دل کو جو تھا مدِّ نظر دیکھ لیا

کمند :۔ اسم مؤنث ہے۔

اسیر مرحوم ؎

ہزار کوس ہو محبوب دوڑ کر آئے
عجیب جذب کمندِ خیال رکھتی ہے

مرزا برق مرحوم ؎

برابر اپنی وہ زلفِ بلند رکھتا ہے
بلا ہے اور بلا کی کمند رکھتا ہے

نقد :۔ مذکّر ہے۔ جیسے حامد کو ترکے میں کچھ نقد ملا کچھ جائداد۔

خواجہ وزیر۔ ع

نقدِ دل تم کو دیا ہے پان کھانے کے لئے

لیکن "نقدی" مؤنث ہے جیسے احتیاطاً تھوڑی سی نقدی بھی جیب میں ڈال لو۔

ارشاد :۔ بمعنی حکم مذکّر ہے۔ جیسے جو کچھ آپ کا ارشاد ہو کیا جائے۔

گیند :۔ مؤنث ہے۔ جیسے میری گیند کھو گئی۔

ظفر ؎

جی نزاکت سے کلائی کی دھڑکتا ہے مرا
ہاتھ میں گیند اٹھا تم نے اچھالی بیڈھب

اہلِ لکھنؤ مذکّر باندھتے ہیں۔
شکر قند:۔ بلحاظ لفظ شکر بیشتر فصحا مؤنث بولتے ہیں۔
فکر:۔ یہ لفظ مذکّر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔
اسیرؔ ؎

فکر ہے اُن کو متاعِ حُسن کے نیلام کی
سیر ہو چھوٹے اگر بولی ہمارے نام کی

اسیرؔ ؎

قرار آ ہی گیا غم میں جی سنبھل ہی گیا
گئے وہ دن کہ جو تھا فکر جان جانے کا

غور:۔ بمعنی تامّل یا سوچ بچار۔ اکثر شعراء نے مؤنث باندھا ہے لیکن آج کل دہلی میں مذکر بولا جاتا ہے۔ جیسے آپ کے معاملے پر میں نے بڑا غور کیا۔
زُنّار:۔ بمعنی جینیو یعنے وہ تاگہ جو ہندو لوگ حمائل کی طرح گلے میں ڈالتے ہیں۔ یہ لفظ مذکّر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ لیکن دہلی والے آج کل مذکّر ہی استعمال کرتے ہیں۔
ناسخؔ ؎

رہتی ہے حُسن پرستوں کے گلے میں زنجیر
کُفر اِن کا ہے نیا اور ہے زُنّار نئی

وزیر لکھنوی ؎

کافر ہوا ہوں پی کے مئے عشق بت وزیر
زنار مجھ کو چاہیئے موج شراب کا

سرکار:۔ بمعنے جناب عالی۔ یا حضرت۔ مذکر ہے۔

داغ ؎

داغ اس فکر میں دن رات گھلا جاتا ہوں
مجھ سے راضی مرے سرکار ہوئے ہیں کہ نہیں

سرکار:۔ بمعنے حکومت یا سلطنت۔ مؤنث ہے۔ جیسے ہماری سرکار نئے نئے قانون بناتی ہے۔

داغ ؎

بھیجے دیتا ہے انھیں عشق متاع دل و جاں
ایک سرکار لٹی جاتی ہے سوغاتوں میں

اخبار:۔ خبر کی جمع ہے۔ اور خبر کا لفظ مؤنث ہے لیکن لفظ اخبار فی زمانہ مذکر ہی بولا جاتا ہے۔ جیسے آج کا اخبار نہیں آیا۔

کٹار:۔ اگرچہ پہلے اس لفظ کو شعرا مذکر ہی باندھتے تھے۔ لیکن آجکل مؤنث بولا جاتا ہے۔

گویا ؎

اس سے مانگا جو خونبہا تو کہا
کوڑی رکھتا نہیں کٹار اپنا

ایسی کٹار ماری کہ بیچارے کی وہیں جان نکل گئی۔

کھلاڑ۔ کھلاڑن۔ یہ دونوں لفظ کھلاڑی کے مؤنث ہیں۔ لیکن کھلاڑی کا لفظ استاد کامل یا ماہر فن کے معنے میں استعمال ہوتا ہے اور کھلاڑ یا کھلاڑن صرف بدکار عورت کو کہتے ہیں۔

ناسخ ؎

کوئی کیا جانے کھلاڑی کھیلتے کیسے ہو تم
بارہا اس گنجفہ کو تم نے برہم کر دیا

آتش ؎

تھی نہایت وہ شوخ دیدہ کھلاڑ
کھیلتی تھی شکار ٹٹی کی آڑ

تنبیہ۔ کھلاڑی کا لفظ اسم صفت بھی ہے اس لئے اس کو مرد اور عورت دونوں کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ جیسے اس کا بھائی ٹینس کا بڑا کھلاڑی ہے۔ اس کی بہن ٹینس کی بڑی کھلاڑی ہے۔

تار۔ یہ لفظ سلسلہ کے معنی میں بھی اور تار برقی کے معنی میں بھی مذکر ہی ہے۔ اس لئے اس کی جمع "تاریں" بالکل غلط ہے۔ مثلاً یہ جملہ صحیح نہیں ہے۔ "ان کو کئی تاریں دیں"۔ یوں بولنا چاہیئے کہ ان کو کئی تار دیئے۔ ؎

بندھا ہے تار ہچکی کا خبر دیتی ہیں جاناں کی
بٹھائی حضرت دل نے انوکھی ڈاک سینے میں

گریز :۔ اس لفظ کو اکثر فصحا مؤنث ہی بولتے ہیں۔

ناسخ ؎

عشق جب وارد ہوا کی عقل نے دل سے گریز
ایک جا دیکھا ہے کس نے شیر اور روباہ کو

رمز :۔ اسم مؤنث ہے۔

صبا لکھنوی ؎

غوطے کھلواتی ہیں کیا رمزیں تری اے بحر حسن
تھاہ ایک اک بات کی دو دو پہر ملتی نہیں

دہلی میں مذکر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے اس معاملے میں ایک بڑا رمز ہے۔

طرز :۔ یہ لفظ تذکیر و تانیث میں مشترک ہے لیکن آج کل عموماً مؤنث ہی بولا جاتا ہے۔

داغ ؎

نہیں ملتا کسی مضموں میں ہمارا مضموں
طرز اپنا ہے جدا سب سے جدا کہتے ہیں

اسیر لکھنوی ؎

زلف کی مانند کنگن نے ترے بیداد کی
طرز ہے شاگردیں بھی ٹھیک استاد کی

ناسخ ؎

کون سی طرزِ سخن ہے جو اسے آتی نہیں
کیوں نہ ہو شاگرد ناسخ ہے ہر اک اُستاد کا

طرز تحریر یا عبارت :- اسم مؤنث ہے۔ جیسے آزاد کی طرز تحریر یا عبارت نرالی ہے۔

طرز کلام :- اسم مذکّر ہے۔ جیسے غالب کا طرز کلام انوکھا ہے۔

میز۔ مؤنث ہے۔ جیسے چھوٹی میز ٹوٹ گئی۔

التماس۔ یہ لفظ عربی میں بطور مؤنث مستعمل ہے اور اُردو کے موجودہ زمانے کے شعرا بھی مؤنث ہی باندھتے ہیں لیکن بعض پُرانے شاعروں نے مذکّر بھی استعمال کیا ہے۔ آج کل عموماً مؤنث ہی بولا جاتا ہے۔

رشک مرحوم ؎

صنم پرست ملیں یا خُداشناس مجھے
دعائے وصل کی رہتی ہے التماس مجھے

مومن ؎

فلک پر ہو غوغا مناجات کا
کروں التماس اپنی حاجات کا

سائنس :- اس لفظ کو پہلے شاعروں نے مؤنث باندھا ہے لیکن آج کل دہلی میں عام طور پر مذکّر ہی بولا جاتا ہے اور غالب نے بھی

عود ہندی ہیں مذکر ہی قرار دیا ہے۔

جرأت ؎

دردِ دل سے جو دَم لگا رُکنے
سانس لینا مجھے محال ہوا

لکھنؤ والے اب بھی اس لفظ کو مؤنث بولتے ہیں مثلاً دہلی میں کہتے ہیں میرا سانس رُک گیا۔ لکھنؤ میں بولتے ہیں میری سانس رُک گئی۔

خس :۔ بھینے کوڑا۔ مذکر ہے۔

سودا ؎

آنکھوں کے گرد میرے مژگاں کی ہے یہ صورت
جیسے کنارِ دریا خس بہ کے آرہا ہو

لیکن اس خوشبودار گھاس کے معنوں میں جس کے گرمی کے موسم میں خسخانے بنتے ہیں مشترک ہے۔ آج کل اکثر فصحا مؤنث بولتے ہیں۔ جیسے پرانی خس اچھی نہیں ہوتی۔

آغوش :۔ بمعنے گود یا بغل فی زمانہ مؤنث بولا جاتا ہے۔ لیکن بعض شعراء نے مذکر بھی باندھا ہے۔

آتش ؎

وصل کی شب ہم نے شادی مرگ ہو کر کھوئی جاں
تنگ مُردے پہ ہماری گور کا آغوش ہے

ظفرؔ

شاہدِ مقصود ہے کس کی بغل میں اے ظفر
دیکھو ہے آغوشِ چرخِ پیر بھی خالی پڑی

قمیص :۔ دہلی میں مؤنث بولتے ہیں۔ جیسے میری قمیص میلی ہو گئی۔

نشاط :۔ بمعنے خوشی یا فرحت مؤنث ہے۔ جیسے بھنگ پینے سے دل میں بڑی نشاط پیدا ہوتی ہے۔

دستخط :۔ بطور جمع مذکر مستعمل ہے۔ جیسے یہ میرے دستخط نہیں ہیں۔

وعظ :۔ مذکّر ہے۔ جیسے آج جامع مسجد میں بڑا اچھا وعظ ہوا۔

بساط :۔ شطرنج کھیلنے کے کپڑے یا قدرت و حوصلے کے معنوں میں مؤنث ہے۔ جیسے مُہرے تو اچھے ہیں لیکن بساط بڑی میلی ہو گئی اس کی کیا بساط ہے جو میرا مقابلہ کر سکے۔

اختراع :۔ بمعنے ایجاد مذکّر ہے۔

آتشؔ

آتش یہ شاعروں کا فقط اختراع ہے
رخسار گنج ہیں نہ تو گیسوئے یار سانپ

متاع :۔ بمعنے پونجی۔ اس لفظ کو اہلِ لکھنؤ مذکر بولتے ہیں اور اہلِ دہلی مؤنث۔

نسیم لکھنوی ؎ کی گہر ریزی ہمارے آبلوں نے ٹوٹ کر
تھا متاعِ عمر جو وقفِ بیاباں ہو گیا

ظفر ؎

بلا غارت گری آتی ہے ظالم تیرے غمزے کو
متاعِ صبر و طاقت سب مری اک پل میں غارت کی

لیکن "مال متاع" مذکر ہی بولا جاتا ہے۔ جیسے ذراسی غلطی میں اس کا سب مال متاع برباد ہو گیا۔

تتبّع :- بمعنے پیروی یا نقل مذکر ہے۔

ناسخ ؎

کب ہمارے فکر سے ہوتا ہے سودا کا جواب
ہاں تتبّع کرتے ہیں ناسخ ہم اُس مغفور کا

رند ؎

ابر اکثر اس برس برسا کیا
کیا تتبّع دیدۂ تر کا کیا

رجوع :- یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے لیکن آجکل اکثر فصحا مؤنث ہی بولتے ہیں۔

ناسخ ؎

ایسا طبیب کون ہے اے گل کہ بارہا
تجھ سے رجوع نرگسِ بیمار نے کیا

برقؔ سے

دل اُس صنم سے دمِ نزع پھر گیا اے برقؔ
رجوع اور سے کی جب مرض کو طول ہوا

کف :۔ بمعنے تھوک کھکار۔ مذکر ہے۔ جیسے بچے کے منہ سے بڑا کف نکلتا ہے۔

کفِ دست :۔ بمعنے ہاتھ کی ہتھیلی مؤنث ہے۔

برقؔ سے

زیب و زینت سے بڑا حسنِ خداداد ہے برقؔ
کفِ موسیٰ کبھی مہندی سے حنائی نہ ہوئی

کفِ پا :۔ بمعنے پاؤں کا تلوا مذکر ہے۔

خواجہ آتشؔ سے

کیا چمک کر نکلا تھا صورت ہلالِ یار سے
سامنے خورشید کے اُس نے کفِ پا کر دیا

برف :۔ مؤنث ہے۔ جیسے دو پیسے کی ملائی کی برف وغیرہ۔ اہلِ لکھنؤ مذکر بولتے ہیں۔ جیسے آج کل پانی کا برف بڑا سستا ہے۔

زلف :۔ مؤنث ہے۔

مرزا غالبؔ سے

نیند اُس کی ہے دماغ اُس کا ہے راتیں اُس کی ہیں
جس کے بازو پہ تری زلفیں پریشاں ہو گئیں

شفق :۔ مؤنث ہے۔

امانت ؎

شفق پھولی ہے دیکھو شام کو شہر بدخشاں میں
لب رنگیں پہ مسّی مل کے اس نے پان کھایا ہے

نسیم دہلوی ؎

آسماں پر کچھ شفق پھولی نظر آنے لگی
عکس جا پہنچا تمہارے دامنِ گلنار کا

طلاق :۔ مؤنث ہے۔

برق مرحوم ؎

قناعت نے دنیا کو دیدی طلاق
مکرّر وہ آ آکے سائل ہوئی

اَدرَک :۔ یہ لفظ آج کل مؤنث ہی بولا جاتا ہے۔ جیسے ترکاری میں تھوڑی سی ادرک بھی ڈالی ہے۔

پلک :۔ بمعنے آنکھ کا بال۔ یہ لفظ عام طور پر مؤنث بولا جاتا ہے جیسے میری پلک ٹوٹ گئی۔

جنگ :۔ بمعنے لڑائی مؤنث ہے۔ جیسے جرمنی کی فرانس سے بڑی خونخوار جنگ ہوئی۔

بھاگ :۔ یہ لفظ اکثر جمع مذکّر بولا جاتا ہے ؎

بجھانے آئیں آنسو جو دل میں آگ لگے ٭ خدا کی شان یہ فرقت میں انکو بھاگ لگے

پتنگ :۔ بمعنے کنکوّا یا پروانہ مذکر ہے۔ جیسے میرا پتنگ کٹ گیا۔

پھاگ :۔ بمعنے ہولی مذکر ہے۔

نسیم لکھنوی ؎

بے وقت وہ راگ خوش نہ آیا
بے فصل وہ پھاگ خوش نہ آیا

لیت ولعل :۔ بمعنے حیلہ یا بہانہ مذکر ہے۔ جیسے یہاں آنے میں آپ نے اتنا لیت ولعل کیا۔

مخمل :۔ اکثر فصحا مؤنث بولتے ہیں۔ جیسے ہری مخمل الماری میں رکھی ہے۔

پارسل۔ بنڈل :۔ یہ دونوں انگریزی لفظ پلندے یا بقچے کے معنوں میں مستعمل ہیں اور مذکر بولے جاتے ہیں۔ جیسے آپ کے نام ایک بڑا پارسل یا بنڈل آیا ہے۔

نَل :۔ مذکر ہے۔ جیسے ابھی نل نہیں آیا۔ واضح ہو کہ اردو زبان میں "نلکا" کوئی لفظ نہیں ہے۔

رَفَل :۔ بمعنے بندوق مذکر ہے۔

آتش ؎

اپنی شکارگاہِ جہاں میں ہے آرزو
میں سامنے ہوں اور تمہارا رفل چلے

لیکن رفل ایک قسم کی بہت باریک ململ کو بھی کہتے ہیں۔
اُس معنی میں لفظ رفل مؤنث ہے۔
آب و گل :۔ بمعنی سرشت۔ یا طینت۔ مؤنث ہے۔
رندؔ ؎

بُو نہیں مہر و محبّت کی عیاذاً باللہ
آب و گل میں تری او ترکِ جفا کاری ہے

رُول :۔ بمعنے قاعدہ و قانون یا سطریں کھینچنے کا گول ڈنڈا مذکّر ہے۔
ڈھول :۔ عموماً مذکّر بولا جاتا ہے۔ ڈھولک یا ڈھولکی اس کا مؤنث ہے۔
مَیل :۔ بمعنے کان کا یا بدن کا چرک مذکّر ہے۔
ناسخؔ ؎

بتّی اُس کے مَیل کی بتّی اگر کی بن گئی
ریزہ ریزہ مَیل صندل کا بُرادہ ہوگیا

مَیل خاطر بمعنے رُجحانِ طبع مذکّر ہے۔ جیسے جو کچھ آپ کا مَیل خاطر ہو۔ بجا ہے۔
اپیل :۔ بمعنے مرافعہ یا اعلیٰ حاکم کی کچہری میں دعویٰ مذکّر ہے جیسے میں نے مجسٹریٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کردیا ہے۔
تنبیہ :۔ لفظ اپیل محض درخواست یا التجا کے معنوں میں مؤنث بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے میری آپ سے یہی اپیل ہے کہ مجھ

چنادہ مرحمت فرمائیے۔

سیل :- بمعنے نمی مؤنث ہے۔ جیسے اس کمرے میں بڑی سیل رہتی ہے۔

ریل :- انگریزی لفظ بمعنے پیچک۔ لکڑی۔ پھرکی یا گڈی مؤنث ہے۔ جیسے میری ریل چل گئی۔

قلم :- مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

ناسخ ؎ وصف ابرو بعد مژگاں کے جو میں لکھنے لگا
تیر سا سیدھا قلم مثل کماں خم ہو گیا

ظفر ؎

ظفر جو خوف سے تیرا نہ کانپتا یہ ہاتھ
قلم تری دم تحریر چل گئی ہوتی

کرم :- مذکر ہے۔ ؎

میکشو جب وقت ساقی کا کرم ہو جائیگا
پھر تو یہ جام گدائی جام جم ہو جائیگا

میم :- جو اردو فارسی میں لام سے اگلا حرف ہے۔ مؤنث بولا جاتا ہے۔ شعرائے لکھنؤ نے مذکر بھی باندھا ہے۔

ناسخ ؎ معانی قل ہو اللہ احد کے ہیں عیاں ناسخ
برائے قافیہ رکھا ہے میں نے میم احمد کا

دام :۔ مذکر ہے۔ ہمیشہ جمع کے صیغے میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے ساتھ فعل جمع آتا ہے۔

معروف :۔
بازارِ عشق میں ہم دل کو پھرے دکھاتے
پر خاک بھی نہ پار دام ایسے گھر کے اُٹھے

فہم :۔ بمعنی سمجھ یا عقل مؤنث ہے۔ جیسے یہ معاملہ تمہاری فہم یا سمجھ سے باہر ہے۔

پیکاں :۔ تذکیر و تانیث میں مشترک ہے۔

ناسخ سے

کی کشش کھینچا اُدھر سفاک نے
ٹوٹ کر آخر مرے سینے میں پیکاں رہ گیا

بحر سے

ہر کلی گل کی نظر آتی ہے پیکاں تیر کی
ڈھونڈیئے شاخیں کہاں اب آشیانے کیلئے

افشاں :۔ مذکر ہے۔

آتش سے

حُسن و جمال کو بھی طمع سیم و زر کی ہے
افشاں ہوا ہے یار کے رخسار کے پسند

دہلی میں مستورات لفظ افشاں کو بطور مؤنث بولتی ہیں۔

افغاں۔ یا فغاں :۔ مذکر ہے۔

آتش ؔ مصرع

ذکر اُٹھا جو ہم نے نالہ و افغاں کیا

لگن :- شمعدان۔ طشت یا تسلے۔ یا ساعتِ نجوم کے معنوں میں مذکر ہے۔ اور اشتیاق یا محبت کے معنوں میں مؤنث۔

رشک مرحوم ؔ

یہ ندامت ہے ترے جلوے سے اے شعلۂ طور

وجہ کیا آج جو محفل میں لگن یاد آیا

حالی ؔ

نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی

اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

کان یا کھان :- دھاتوں کے پیدا ہونے کی جگہ کے معنوں میں مؤنث ہے۔ جیسے دہلی عالموں کی کھان ہے۔ کان فارسی لفظ ہے اُردو میں کھان بولنا بہتر ہے۔

گیہوں :- مذکر ہے۔ جیسے چندوسی کا گیہوں اچھا ہوتا ہے۔ یا چندوسی کے گیہوں اچھے ہوتے ہیں۔ لیکن چندوسی کی گیہوں اچھی ہوتی ہے۔ بولنا غلط ہے۔

امن :- بمعنے خیریت مذکر ہے۔ جیسے اس سال تو دہلی میں طاعون سے بڑا امن رہا۔

غبن :- بمعنے خیانت یا خورد بُرد مذکر ہے۔ جیسے کمیٹی میں روپے

کا بڑا غبن ہوتا ہے۔

کُو :- بمعنے گلی. اکثر فصحائے دہلی اس لفظ کو مؤنث بولتے ہیں جیسے عاشق کو کہیں کوئے جاناں بھی بُری لگتی ہے لیکن شعرائے لکھنؤ نے مذکر باندھا ہے۔

آتش ؎

رنگیں رہے گا خونِ شہیداں سے کوئے دوست
فردوس کی بہار کو بیم خزاں نہیں

اس لفظ کا اسم تصغیر کوچہ ہے۔ جس کو اہلِ دہلی بھی اور اہلِ لکھنؤ بھی مذکر بولتے ہیں۔ جیسے رحمان کا کوچہ بڑا تنگ ہے۔

اوسان :- یہ لفظ واحد مذکر ہے۔ لیکن اکثر بطور جمع مذکر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے چور کو دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے۔

آبرو :- بمعنے بھوں مؤنث ہے۔

قلمرو :- بمعنے راج یا سلطنت مؤنث ہے۔ لیکن شعرائے لکھنؤ نے مذکر و مؤنث دونوں طرح باندھا ہے۔

آتش ؎

اللہ کے کرم سے بتوں کو کیا مطیع
زیرِ نگیں قلمروِ ہندوستاں ہوا

چند پریاں بھی کروں مثلِ سلیماں تسخیر
یہ قلمرو بھی رہے زیرِ نگیں تھوڑی سی

فاتحہ :- اہلِ دہلی مؤنث بولتے ہیں اور اہلِ لکھنؤ مذکر۔

داغ ؎

مرا ہی دل نہ ہو بیں ہی نہ ہوں اے مرگِ مایوسی
خدا جانے یہ کس کی فاتحہ ہے آج یاروں میں

بحر ؎

فاتحہ تھا کس شہید عشق کا
رات بھر درگاہ میں ماتم رہا

ہمزہ :- یہ لفظ مذکر بولا جاتا ہے۔ جیسے غلطی سے ہمزہ اُڑ گیا۔
دہی :- بمعنے جما ہوا دودھ مذکر ہے۔ جیسے پیپ کا میٹھا دہی لے آؤ۔
پری :- مؤنث ہے۔

آتش ؎

کیا کیا پری اُتاری ہیں شیشے میں آہ نے
جن کون سا پلیتے سے اپنے نہیں جلا

معنی یا معنے :- یہ لفظ مذکر ہے اور اس کے ساتھ ہمیشہ فعل جمع استعمال کیا جاتا ہے۔

برق ؎

لفظ سے معنیٔ پوشیدہ نکالے ہم نے
سخن یار سے گویا دہنِ یار ملا

ناسخ ؎

باندھے ہیں کاکلِ پیچاں کے جو اکثر مضموں
اس لئے رکھتے ہیں معنی مرے اشعار کے پیچ

پانچواں باب

ذیل میں ایسے الفاظ درج کئے جاتے ہیں جو ایک معنی میں مذکر ہیں اور دوسرے معنے میں مؤنث :۔

تکرار :۔ کسی لفظ کے دوبارہ استعمال کے معنوں میں مذکّر ہے جیسے قاآنی کی غزلوں میں تکرارِ الفاظ ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

تکرار :۔ جھگڑے یا بحث کے معنے میں مؤنث ہے۔

آتش ؎

منہ دکھاؤ بہت رہی تکرار
اَڑنی اور لن ترانی کی

عرض :۔ بمعنی چوڑائی مذکّر ہے۔ جیسے اس کپڑے کا عرض تو چھوٹا ہے۔

عرض :۔ بمعنی گذارش یا التماس مونث ہے۔ جیسے میری ذرا سی

عرض ہے۔
تال :۔ تالاب یا آنکھوں کے چشمے کے معنے میں مذکر ہے۔
تال :۔ بمعنے اصول نغمہ مؤنث ہے۔ جیسے تم نے دوسری تال
غلط کر دی۔ بعض شعرائے لکھنؤ نے مذکر بھی باندھا ہے۔
راحت ؂

راحت کے لئے رنج خدا نے کیا پیدا
یہ تال بنایا ہے میاں ایک ہی سُر کا

نال :۔ بندوق کی نلی یا اس کاٹھ کی نلی کے معنے میں جس سے بیلوں کو
دوا یا گھی پلاتے ہیں مؤنث ہے۔ جیسے بندوق کی نال ٹوٹ گئی۔
نال :۔ گھاس کی ڈنڈی کے معنے میں مؤنث ہے۔ جیسے ذراسی گھاس
کی نال لے آؤ۔
نال :۔ بمعنی ناف یا آنول مذکر ہے۔ جیسے یہاں کیا تیرا نال
گڑا ہے جو ٹلتا ہی نہیں۔
ناسخ ؂

نال گڑتا ہے کبھی اور لاش گڑتی ہے کبھی
جو زچہ خانہ ہے وہ اک روز ماتم خانہ ہے

فغاں ؂

پڑا رہتا ہے خمخانے میں دن رات
فغاں کا نال شاید یاں گڑا ہے

نال :۔ پتھر کے گُندے کے معنے میں جسے پہلوان لوگ اُٹھایا کرتے ہیں مذکر ہے۔

بحرؔ ؎

جی چھوٹتا ہے کوہِ الم سخت گراں ہے
رستم سے بھی یہ نال اُٹھایا نہیں جاتا

گُزر :۔ بمعنے راستہ یا دخل۔ مذکر ہے۔

مُصحفیؔ ؎

مصحفی عشق کے میداں میں گزر ہے کس کا
بھولا بھٹکا کوئی اس سمت بھی آجاتا ہے

بھیجوں کہاں سے نامہ میں اب پاس یار کے
کوچہ میں جس کے بادِ صبا کا گزر نہیں

گزر :۔ بمعنے بسر اوقات مؤنث ہے۔ جیسے اس قلیل تنخواہ میں میری گزر نہیں ہوتی۔

دوپہر :۔ بمعنے نیم روز یا دن کے بارہ بجے کا وقت مؤنث ہے۔

ناسخؔ ؎

اے روز فراق نیم جاں ہوں
تیری ابھی دوپہر بجی ہے

رندؔ ؎ یار سے وعدہ ملاقات کا ہے بعدِ زوال
دوپہر آج کسی طرح نہیں ڈھلنے کی

آج کل بجائے دوپہر دوپہری بھی بولتے ہیں۔ جیسے بچے کو کہاں لئے جاتے ہو ابھی ٹھیک دوپہری تو ڈھلی نہیں۔

دوپہر :۔ یعنی چھ گھنٹے کا عرصہ یا مدت مذکر ہے۔ جیسے جب وقت دوپہر گذر گئے۔ تو مریض کو ہلکی سی غذا دینی پڑی۔

مِثل :۔ یعنے مانند۔ مذکر ہے۔ جیسے دنیا مثل ایک سرائے کے ہے۔

مِثل :۔ یعنی اس کاغذ کے جس میں مقدمہ کی کیفیت لکھی جاتی ہے مؤنث ہے۔ جیسے مقدمہ کی مثل دیکھنی چاہیئے۔

تنبیہ :۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ مقدمے کے روئداد کے کاغذ کو چھوٹے سین سے لکھنا چاہیئے کیونکہ اس کا ماخذ "سوال" ہے۔ اور حرف سین پر زبر ہونا چاہیئے۔ یعنے بجائے مثل صحیح لفظ مسَل ہے۔

مَثَل :۔ (میم پر بھی زبر اور ثے پر بھی زبر) یعنی کہاوت مؤنث ہے۔ ؎

حکیموں نے جو پہلے سے مَثَل دی
کہ میٹھی ہار ہوتی ہے جوئے کی

اکثر عربی لفظوں کی عربی جمع کے بعد اسم صفت مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آثارِ قدیمہ۔ فنونِ لطیفہ۔ اوصافِ حمیدہ۔ اخلاقِ حسنہ۔ لیکن باوجود اس کے اردو میں ایسے الفاظ

کی تذکیر و تانیث اُن کے واحد کے مطابق قرار دی جاتی ہے یعنے اگر کسی لفظ کا واحد مذکر ہے تو اس کی جمع بھی مذکر مانی جائے گی اور اگر اس کا واحد مؤنث ہے تو اس کی جمع بھی مؤنث سمجھی جائے گی۔ مثلاً اثر کا لفظ مذکر ہے۔ اس کی جمع آثار بھی مذکر ہو گی۔ جیسے دہلی کے آثارِ قدیمہ بڑے دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔ دلیل کا لفظ مؤنث ہے۔ اس کی جمع دلائل بھی بطور مؤنث استعمال ہو گی۔ جیسے آپ کی دلائل بڑی بے بنیاد معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اُردو میں ایسے لفظوں کی اُردو جمع کو استعمال کیا جائے۔ جیسے اوپر کے فقرہ کو اگر اس طرح بولیں تو زیادہ فصیح ہو گا۔ آپ کی دلیلیں بڑی بے بنیاد معلوم ہوتی ہیں۔ بعض لفظ اس قاعدے سے مستثنٰے بھی ہیں۔ جیسے قوت۔ معرفت۔ شفقت۔ حقیقت مؤنث ہیں لیکن ان کی جمع قویٰ۔ معارف۔ اشفاق۔ حقائق مذکر ہیں۔ مثلاً آپ کی قوت کم ہو گئی۔ آپ کے قویٰ بڑے اچھے ہیں۔ ان کی معرفت بلو۔ اسلام کے معارفِ ملّت سچے ہیں۔

قاضی صاحب معاملے کی حقیقت سے ناواقف ہیں

مذہبی حقائق بڑے دلچسپ ہوتے ہیں۔

آپ کی شفقت ہمیشہ میرے حال پر رہے گی۔ آپ کے اشفاقِ بزرگانہ آڑے آئے۔

لیکن ان لفظوں کی اُردو جمع مؤنث ہی مانی جاتی ہے۔ جیسے آپ کی شفقتوں نے مجھے بچالیا۔ بُڑھاپے میں سب قوتیں جاتی رہتی ہیں۔ آپ اس معاملے کی حقیقتوں سے واقف نہیں ہیں۔

چھٹا باب

واحد و جمع اور حالت

اُردو میں واحد و جمع کے متعلق ایک نمایاں قاعدہ یہ ہے کہ سوائے ایسے لفظوں کے کہ جن کے آخر میں "الف" یا "ہ" یا "ع" ہو باقی مذکر لفظوں کی جمع نہیں ہوتی یعنے واحد و جمع ہونے کی حالت میں ان کی ایک ہی شکل رہتی ہے۔ جیسے شیر دہاڑتا ہے۔ شیر دہاڑتے ہیں۔ ہرن بھاگ رہا ہے۔ ہرن بھاگ رہے ہیں۔ کھیت سوکھ گیا کھیت سوکھ گئے۔ ایسے جملوں میں صرف فعل کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل واحد ہے یا جمع۔ اگر فعل جمع ہے تو فاعل بھی جمع سمجھا جائے گا۔ اور اگر فعل واحد ہے تو فاعل بھی واحد ہو گا۔ اس قاعدے کے لحاظ سے جاندار اور بے جان کی کچھ تمیز نہیں ہوتی مثلاً باندر کا لفظ مذکر ہے اس لئے اُردو میں اس کی جمع

نہیں ہوتی۔ اسی طرح سے تار اور ٹکٹ کا لفظ مذکر ہے۔ ان کی جمع بنانی غلطی ہے چنانچہ مندرجہ ذیل فقرے بالکل غلط ہیں۔

تمام بازاریں سنسان پڑی ہیں۔

اُن کو بہت سی تاریں دیں لیکن انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔

ٹکٹیں یہیں بکتی ہیں۔

اوپر کے فقروں کو اس طرح بولنا چاہیئے :-

تمام بازار سنسان پڑے ہیں۔

اُن کو بہت سے تار دیے لیکن اُنہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔

ٹکٹ یہیں بکتے ہیں۔

مندرجہ ذیل فقرے غور کے قابل ہیں۔

(۱) شیر اور ہرن بھاگ رہا ہے۔

(۲) شیر اور ہرن بھاگ رہے ہیں۔

پہلے جملے سے یہ مراد ہے کہ ایک شیر بھاگ رہا ہے اور ایک ہرن بھاگ رہا ہے۔ یعنے ایک شیر علیحدہ بھاگ رہا ہے اور ایک ہرن علیحدہ بھاگ رہا ہے۔

دوسرے جملے سے یہ مراد ہے کہ ایک شیر اور ایک یا زیادہ ہرن ملکر بھاگنے کا کام کر رہے ہیں۔ یا ساتھ ساتھ بھاگ رہے ہیں۔

یعنے ایک شیر ایک یا زیادہ ہرنوں کا پیچھا کر رہا ہے۔ اگر یہ مطلب ہو کہ شیر بھی ایک سے زیادہ ہیں اور ہرن بھی تو یوں بولنا چاہیئے:۔

شیر بھی بھاگ رہے ہیں اور ہرن بھی بھاگ رہے ہیں۔

تنبیہ:۔ ایسے جملوں میں اگر مطلب کے بموجب ایک کا لفظ فاعلوں کے پہلے لگا دیا جائے تو بہتر ہے۔

اکثر ایسے مذکر الفاظ کی جمع جن کے آخر میں حرف "الف" یا "ہ" ہو آخری حرف کو یائے مجہول سے بدل دینے سے بنجاتی ہے۔ جیسے۔ تانگا سے تانگے۔ ہفتہ سے ہفتے۔ اور اگر آخری حرف "ع" ہو تو اس کے بعد یائے مجہول بڑھانے سے جمع بن جاتی ہے۔ جیسے مصرع سے مصرعے۔ ضلع سے ضلعے۔ لیکن بہت سے الفاظ اس قاعدے سے مستثنےٰ بھی ہیں۔ مثلاً دادا۔ نانا۔ رانا۔ راجہ دانا۔ دریا۔ صحرا۔ چچا وغیرہ۔

بعض مؤنث لفظوں کی جمع روزمرہ کی بول چال میں کچھ اور ہے اور تحریر و تقریر میں کچھ اور۔ مثلاً بڑھیا سے بڑھئیں اور بڑھیائیں یا بڑھیاں۔ گڑیا سے گڑئیں اور گڑیاں۔ گھوڑی سے گھوڑئیں اور گھوڑیاں۔ کرسی سے کرسئیں اور کرسیاں چڑیا سے چڑئیں اور چڑیاں۔

اگر کسی واحد لفظ کے آخر میں حرف "ی" یا "ہ" ہو اور اس کے

بعد کوئی حرف ربط (نے پر "میں" "تک" "کا" "کے" "کی" "کو" "سے")
استعمال کیا جائے تو آخری حرف کو یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں۔
جیسے پیسے کا پتنگ۔ پردے کی ڈوری۔ بکرے کے دانت۔ قلعے
کا دروازہ۔ دروازے تک۔ عرصے سے۔ خاص چیزوں کے
نام بھی اوپر کے قاعدے میں شامل ہیں مثلاً آگرے کا قلعہ۔
کلکتے کا عجائب خانہ۔ پٹنے کا کتب خانہ۔ اٹاوے کی پوریاں۔
سکندرے کا محل۔ کوٹے کی ریاست۔

لیکن بہت سے الفاظ اس قاعدے سے مستثنیٰ بھی ہیں۔
جیسے مہاراجہ۔ سبھا۔ دادا۔ نانا۔ چچا۔ دوا۔ حیا۔ ہوا۔ ادا۔
التجا۔ ابتدا۔ انتہا وغیرہ۔

اگر کسی واحد لفظ کے آخر میں "ا۔ں" ہو اور اس کے بعد
کوئی حرف ربط استعمال کیا جائے تو "ا۔ں" کو "ء۔ے۔ں"
سے بدلتے ہیں۔ جیسے یہ کنواں بڑا گہرا ہے۔ اس کنوئیں کا
پانی بڑا ٹھنڈا ہے۔

اگر کسی اسم سے پہلے کوئی خاص عدد لایا جاوے تو
اس عدد کے بعد اسم کا جمع میں استعمال کرنا صحیح ہے جیسے
پانچ دریاں اور دو چاندنیاں چاہئیں۔

بعض مؤنث لفظ کے پہلے جو قیمت تول یا وقت ظاہر
کرتا ہو اگر کوئی خاص عدد لایا جائے تو اسکو عموماً واحد ہی استعمال

کیا جاتا ہے۔ جیسے گھوڑے کی قیمت پانچ اشرفی ہے۔ اُس کو سوتے ہوئے دو گھڑی ہوچکیں۔ سونے کا وزن چار رتی ہے۔
بعض الفاظ واحد ہیں لیکن بطور جمع مستعمل ہیں۔ جیسے اوسان نصیب۔ بھاگ۔ دام۔ چونکہ ان لفظوں کا بیان تذکیر و تانیث کے باب میں ہو چکا اس لئے دوبارہ لکھنا بے فائدہ ہے۔ بادل کا لفظ بھی اسی ذیل میں ہے۔ جیسے بادل گھر آئے۔ یا آیا۔

ساتواں باب

کچھ ایسے الفاظ ہیں جو حقیقت میں جمع ہیں لیکن بطور واحد استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً

اُصُول :۔ لفظ اصل کی عربی جمع ہے۔ لیکن اُردو میں واحد سمجھا جاتا ہے۔ جیسے آپ کا اُصول اچھا ہے۔

آفاق :۔ اُفق کی جمع ہے لیکن اُردو میں بطور واحد جہان یا دُنیا کے معنی میں مستعمل ہے۔ ؎

مے کشی میں ہے شہرۂ آفاق
شہر لاہور پُرتگال ہوا

اوائل :۔ اوّل کی جمع ہے۔ لیکن مفرد ہی سمجھا جاتا ہے۔ جیسے آپ کی اوائل عمر ہی میں یہ بلا نازل ہوئی۔

افواہ :۔ فوہ کی جمع ہے بمعنے منھ لیکن اردو میں بطور واحد مؤنث مستعمل ہے۔ جیسے یہ افواہ کس نے اڑا دی۔

بشر :۔ بمعنے انسان اسم جمع ہے۔ جیسے وہ کون بشر ہے جو میرے محل میں قدم رکھ سکے۔ فردِ بشر (حرف دال کے نیچے کسرۂ اضافت) ایک انسان یا ایک شخص کے معنوں میں مستعمل ہے۔

واضح ہو کہ لفظ "فرد و بشر" غلط ہے۔ صحیح فردِ بشر (بدون حرف واؤ با اضافت) ہے۔

تواریخ :۔ تاریخ کی جمع ہے بمعنی علم واقعات یا ہسٹری جیسے تاریخ یا تواریخ بتاتی ہے کہ سکندر اعظم نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔

جواہر :۔ یہ لفظ جوہر کی جمع ہے لیکن اردو میں مفرد مانا جاتا ہے اور اس کی جمع جواہرات مستعمل ہے۔ اردو میں لفظ "جوہر" قیمتی پتھر کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ خلاصہ یا عطر یا ست کے معنے میں آتا ہے۔ جیسے جوہر منقے۔ جوہر گلاب وغیرہ۔ جوہر اُن قدرتی نشانوں کو بھی کہتے ہیں جو اعلےٰ قسم کے فولاد یا تلوار پر ہوتے ہیں۔ ؎

قتلِ عشاق سے اب نفرت ہے
تیغِ ابرو سے یہ جوہر ہی گیا

جوہر کے معنی خاصیت یا صفت بھی ہوتے ہیں۔

ظفر ؎

میرا دم اور تری تیغ کا دم ایک سا ہے
جوہر اخلاص کا دونوں میں باہم ایک سا ہے

حُور :- یہ عربی میں حورا کی جمع ہے۔ لیکن فارسی اور اُردو میں بطور مفرد مستعمل ہے۔ ؎

الٰہی حور ہو حصّہ کسی سید سے مُسلماں کا
ہمیں وہ چاہیے معشوق جو بانکے سے ہو بانکا

حوالات :- "حوالہ" کی جمع ہے جس کے معنے سپردگی یا سونپنا ہے لیکن یہ لفظ اُردو میں مُفرد سمجھا جاتا ہے اور اس کے معنے "ملزم کو قید رکھنے کی کوٹھڑی" لئے جاتے ہیں۔ جیسے آج تو حوالات خالی پڑی ہے کوئی مُلزم آیا ہی نہیں۔

خیرات :- خیر کی جمع ہے۔ عربی فارسی میں بمعنی نیکیاں یا بھلائیاں مستعمل ہے۔ لیکن اُردو میں صدقہ اور زکوٰۃ کے معنوں میں بطور مُفرد استعمال ہوتا ہے۔ جیسے تھوڑی بہت خیرات بھی کیا کرو۔

رعایا :- رعیّت کی جمع ہے۔ لیکن اُردو میں واحد سمجھا جاتا ہے جیسے کوتوال کے ظلم سے ساری رعایا نالاں ہے۔

ریاح :- ریح کی جمع ہے۔ جس کے معنی "ہوا" ہیں۔ لیکن اُردو میں

اس لفظ کو معدے کی ہوا یا بائے کے معنوں میں بطور واحد مونث استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے پیٹ میں اسی وجہ سے درد ہے کہ ریاح خارج نہیں ہوتی۔

طوائف :۔ طائفہ کی جمع ہے بمعنے گروہ۔ اور لفظ طائفہ مذکر ہے لیکن لفظ طوائف بمعنے کسبی یا رنڈی بطور واحد مونث مستعمل ہے جیسے ایک طوائف لکھنؤ سے بھی آئی ہے۔

اشراف :۔ شرف کی جمع ہے بمعنے عزت یا بزرگی۔ لیکن اردو میں عام لوگ اس لفظ کو بمعنے بھلامانس بطور واحد استعمال کرتے ہیں جیسے وہ بڑا اشراف آدمی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ بجائے لفظ "اشراف" لفظ "شریف" بولنا بہتر ہے۔

طلسمات : طلسم کی جمع ہے بمعنے جادو منتر لیکن اردو میں بطور واحد مستعمل ہے۔ جیسے سائیکل کا تار پر چلانا بھی طلسمات ہے۔

القاب : لقب کی جمع ہے بمعنے خطاب۔ اردو میں واحد مانا جاتا ہے۔ جیسے مجھے مہاراجہ صاحب کا القاب معلوم نہیں۔

آداب :۔ ادب کی جمع ہے۔ لیکن اردو میں بمعنے سلام مفرد بولا جاتا ہے۔ جیسے قاضی صاحب کو میرا آداب قبول ہو۔

واجد علی **شاہ** ؎

جب کبھی چشم تصور میں خیال آتا ہے
وہیں پھر پھر کے الٹتا ہوں تمہارا آداب

لفظ آداب بمعنے لحاظ یا عزّت و توقیر بھی مستعمل ہے

ذوق ؎

میں نہ تڑپا باوجودِ ذبح تو یہ باعث تھا
کہ رہا مدِ نظر عشق کا آداب مجھے

واجد علی شاہ ؎

یاد آتا ہے پھر اُس طفل کا سارا آداب
ہائے وہ ناز کا انداز وہ پیارا آداب

مواد :- لفظ "مادّہ" کی جمع ہے لیکن اُردو میں بمعنے آلائش زخم یا پیپ بطور واحد مذکر مستعمل ہے۔ جیسے آج تو زخم میں سے بڑا مواد نکلا۔

مَصَالِح :- یہ لفظ مَصلحت یا مُصلِح کی جمع ہے مَصلحت کے معنی بھلائی یا نیکی کے ہیں اور واحد مؤنث ہے۔ جیسے یہی مصلحت ہے کہ آپ عدالت میں حاضر ہو جائیں یا اسی میں مصلحت ہے کہ آپ عدالت میں حاضر ہو جائیں مُصلِح کے معنے درست کرنے والا یا راستی پر لانے والا ہیں۔ انگریزی میں مصلح کے لئے لفظ رِفارمَر ہے۔ جیسے سر سید احمد مسلمانوں کے مصلحِ قوم تھے۔ لیکن لفظ مصالح حرفِ میم و صاد و لام پر زبر کے ساتھ اُردو میں بمعنی سامان یا ترکاری یا سالن کو درست کرنے والی چیزوں کے بطور واحد مذکر مستعمل ہے

جیسے آج ترکاری میں مصالح ذرا تھوڑا رہا۔ اَب اس لفظ کو حرفِ سین اور آخر میں حرفِ الف سے لکھنے لگے ہیں۔

اولیاء :- ولی کی جمع ہے جس کے معنی مالک یا دوست ہیں اور ولی اللہ خدا شناس یا مُقرّبِ خدا کو کہتے ہیں۔ لیکن اولیاء کا لفظ اردو میں بطور واحد مذکر اپنے متضاد یا برعکس معنوں میں مستعمل ہے۔ یعنے اس لفظ سے "بڑے حضرت" یا "چلتے پُرزے" یا "چالاک" یا "سادہ لوح" مُراد لی جاتی ہے جیسے آپ کا بھتیجا بڑا حضرت یا اولیاء ہے۔ لیکن نہایت احترام کی وجہ سے صرف حضرت نظام الدینؒ کے نام کے بعد لفظ اولیاء استعمال کیا جاتا ہے۔

آٹھواں باب

انگریزی و فارسی کے برخلاف اُردو میں خاص عددوں کی بھی جمع ہوتی ہے۔ جیسے اُس کے دونوں کان بہرے ہیں۔ آپ کے تینوں بھائی لائق ہیں۔ چاروں عنصر لا فانی ہیں۔ ساتوں ستارے گردش کرتے ہیں۔ آٹھوں نوکر ملازم ہیں۔

اگر زیادہ تاکید یا زور دینا مقصود ہو تو اوپر کے جملوں میں تعدادِ معیّن کو یا اس کی جمع کو دو دفعہ استعمال کرنا چاہیئے اور بیچ میں حرف "کے" لانا چاہیئے۔ جیسے اُس کے دونوں کے دونوں کان بہرے ہیں۔ آپ کے تینوں کے تینوں بھائی لائق ہیں۔ آٹھوں کے آٹھوں نوکر مُلازم ہیں۔ لیکن ایسے جملوں میں اکثر بڑے عددوں کی جمع نہیں ہوتی۔ جیسے ستّر کے ستّر روپے خرچ ہو گئے۔ اسّی کے اسّی سپاہی مارے گئے۔

کچھ خاص عدد ایسے ہیں جو صیغۂ جمع میں غیر معیّن تعداد کے لئے مستعمل ہیں۔ جیسے بیسیوں پڑھے لکھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ سینکڑوں مُسافر زخمی ہوئے۔ ہزاروں گھر تباہ ہو گئے۔

تنبیہ:۔ بیس کی جمع بیسیوں غیر معیّن تعداد کو ظاہر کرتی ہے لیکن لفظ بیسوں خاص تعداد یعنے دس کے دُگنے کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے حضرت امیر خسرو ؒ کی ناخون والی پہیلی ہے :۔

بیسوں کا سر کاٹ لیا اور نا مارا نا خون کیا

فصحاء لفظ دسوں۔ بیسوں اور پچاسوں کو لا محدود تعداد کے لئے استعمال نہیں کرتے۔

بیسیوں، سینکڑوں (یا صدہا)، ہزاروں (یا ہزارہا) لاکھوں (یا لکھوکھا) اور کروڑوں (یا کروڑہا) کے بعد اسم اور فعل

صیغۂ واحد میں یا جمع میں یعنے دونوں طرح صحیح ہے۔ جیسے چیچک سے سینکڑوں (یا صدہا) بچہ ضائع ہو گیا۔

چیچک سے سینکڑوں (یا صدہا) بچے ضائع ہو گئے۔

زلزلے سے ہزارہا عمارت مسمار ہو گئی۔

زلزلے سے ہزاروں عمارتیں مسمار ہو گئیں۔

لڑائی میں لاکھوں (یا لکھوکھا) آدمی مارا گیا۔

لڑائی میں لاکھوں (یا لکھوکھا) آدمی مارے گئے۔

نواب صاحب نے کروڑوں (یا کروڑہا) روپیہ اُڑا دیا۔

نواب صاحب نے کروڑوں (یا کروڑہا) روپے اُڑا دئے۔

اوپر کے جملوں کی پہلی صورت بمقابلہ دوسری صورت کے زیادہ بامحاورہ اور فصیح ہے۔

کسی خاص عدد کے ساتھ بھی اسم اور فعل کو اس طرح استعمال کرنا صحیح ہے۔ جیسے۔

اس وقت ہمارے کالج میں ایک ہزار لڑکا تعلیم پا رہا ہے

یا اس وقت ہمارے کالج میں ایک ہزار لڑکے تعلیم پا رہے ہیں

ایسے اسموں کی جمع نہیں ہوتی جو کسی چیز کی حالت یا کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے نرمی۔ خشکی۔ تری۔ اس ضمن میں لفظ "گرمی" سردی اور "جاڑا" خاص طور پر توجہ کے قابل ہے۔ گرمی کے معنی موسم گرما بھی ہیں۔ جیسے گرمی کے کپڑے۔ اس کی جمع گرمیاں یا گرمیں

یا گرمیوں بمعنی موسمِ گرما بولی جاتی ہے۔ جیسے گرمیاں یا گرمئیں آ گئیں یعنے گرمی کا موسم آ گیا۔

گرمیوں میں تو ہیں علے الصباح سیر کرنے جایا کرتا تھا۔ لیکن سردی کا لفظ سردی کے موسم کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا اس کی جمع سردیاں یا سردیوں بالکل خلافِ محاورہ ہے۔

بجائے ان لفظوں کے جاڑے اور جاڑوں بولنا چاہیئے جیسے اب تو جاڑے گئے یعنے جاڑے کا موسم گیا۔

ابکے جاڑوں میں ہزاروں پرند سردی سے مر گئے۔

کبھی کبھی کثرت ظاہر کرنے کی غرض سے اسم کیفیت کی بھی جمع بنا دی جاتی ہے۔ جیسے آج سارے شہر میں کاہے کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔

میں تو خوشامدیں کرتا کرتا ہار گیا۔ کوئی کام بنتا ہی نہیں۔

نواں باب

فاعلی حالت

"نے" فاعل کی علامت ہے۔ اس کے استعمال میں اکثر غلطیاں

ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ فقرہ بالکل غلط ہے۔
آپ نے دفتر جانا ہے۔
یوں کہنا چاہیئے:۔
آپ کو دفتر جانا ہے۔ تمہیں پڑھنا ہے۔ اُسے خط لکھنا ہے
چونکہ "نے" فاعل کی علامت ہے اس لئے اُس کے بعد اسم
مفعول استعمال کرنا فاش غلطی ہے۔ جیسے یہ فقرہ صحیح نہیں۔
میں نے اُس کو بادشاہ سمجھا ہوا تھا۔
صحیح یوں ہو گا:۔
میں نے اُس کو بادشاہ سمجھ رکھا تھا یا میں (نے) اُس کو بادشاہ
سمجھا تھا یا میں اس کو بادشاہ سمجھے ہوئے تھا (یا سمجھا ہوا تھا)
"نے" فعل متعدی کی ماضی مطلق۔ ماضی قریب۔ ماضی شکیہ اور
ماضی بعید کے پہلے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے احمد نے دودھ
پیا۔ محمد نے روٹی کھائی ہے۔ اس نے خط لکھا ہو گا۔ تم نے
کتاب پڑھی تھی۔ اگر فعل متعدی کے ساتھ کوئی امدادی فعل
متعدی استعمال کیا جائے تو اس حالت میں بھی "نے" لانا صحیح ہو گا
جیسے احمد نے دودھ پی لیا۔ لیکن اگر امدادی فعل لازمی ہو گا تو
"نے" نہیں بولا جائے گا۔ جیسے احمد دودھ پی چکا۔ احمد دودھ
نہ پی سکا۔ محمد سب روٹی کھا گیا۔ وہ خط لکھ چکا ہو گا۔
بعض فعل متعدی اس قاعدے سے مستثنیٰ بھی ہیں۔ جیسے

نذیر تنخواہ لایا۔ مسافر راستہ بھولا ہے۔ بعض فعل لازم کے ساتھ بھی "نے" مستعمل ہے۔ جیسے بچے نے موتا یا موت دیا۔ بڑھے نے تھوکا تھا کتے نے ہگا ہے۔ کچھ فعل متعدی ایسے بھی ہیں جن کے ساتھ "نے" کا استعمال کرنا اور نہ کرنا دونوں طریقے جائز ہیں۔ جیسے میں اُسے پاگل سمجھا۔ میں نے اسے پاگل سمجھا۔ کوئی آدمی منطق بھی پڑھا ہے۔ کسی آدمی نے منطق بھی پڑھا ہے۔ کوئی لڑکا حساب بھی سیکھا ہے۔ کسی لڑکے نے حساب بھی سیکھا ہے۔ لیکن "نے" کا یہ دونوں طرح کا استعمال صرف واحد غائب، واحد حاضر اور واحد متکلم کی ضمیروں کے ساتھ درست ہے۔ جمع غائب، جمع حاضر اور جمع متکلم کی ضمیروں کی حالت میں فعل بھی جمع کی صورت میں ہوگا۔ جیسے:-

لڑکا داؤ جیتا یا لڑکے نے داؤ جیتا۔

لڑکے داؤ جیتے یا لڑکوں نے داؤ جیتا۔

تو داؤ جیتا یا تو نے داؤ جیتا۔

تم داؤ جیتے یا تم نے داؤ جیتا۔

میں داؤ جیتا یا میں نے داؤ جیتا۔

ہم داؤ جیتے یا ہم نے داؤ جیتا۔

"نے" سے پہلے بجائے "وہ" "اس"۔ بجائے "جو" "جس" اور بجائے "کون" "کس" استعمال کرنا چاہیئے۔ جیسے اُس نے کہا ہوگا جس نے سنا افسوس کیا۔ کس نے رائے دی۔ تجھ اور مجھ کے بعد "نے" استعمال

نہیں ہوتا لیکن اگر ان دونوں لفظوں کے بعد کوئی اسم ذات یا اسم صفت لایا جائے تو اس کے بعد "نے" استعمال کرنا چاہیئے۔ جیسے مجھ خادم نے کوئی قصور نہیں کیا۔ تجھ نالائق نے یہ غلطی کی۔ تجھ عیسائی نے حضرت مریمؑ کی شان میں ایسا کہا۔ تجھ بے ایمان نے مجھ کو دھوکا دیا۔

اگر کوئی مصدر کسی فعل ناقص کی خبر ہو تو اس مصدر سے پہلے بجائے "نے" "کو" استعمال کرنا چاہیئے۔ جیسے تمہیں یا تم کو کچہری جانا ہے۔ آپ کو کچھ کام کرنا ہے۔ اُس کو کل میرے پاس آنا پڑے گا۔ ہمیں یا ہم کو آج یہاں ٹھہرنا ہوگا۔ اُنہیں یا ان کو جواب دینا پڑا۔

دسواں باب

ندائی حالت

عام طور پر "اَے" بطور حرفِ ندا استعمال ہوتا ہے جیسے اَے حضرت۔ اَے صاحب لیکن اگر کسی سے تعظیم اور عاجزی کے ساتھ خطاب کرتے ہیں تو لفظ "اجی" بولا جاتا ہے۔ جیسے اجی صاحب غور فرمائیے ہیں تو برباد ہو گیا۔ "اجی" کا لفظ کسی قدر بے تکلفی بھی ظاہر کرتا ہے اِرے کا لفظ اکثر خدمتگاروں یا ادنےٰ درجے کے لوگوں کو پکارنے میں بولا جاتا ہے۔ جیسے ارے بہاری ہاتھ دُھلا ئیو۔ لفظ اَبے

گستاخی اور بے حرمتی کا اظہار کرتا ہے۔ جیسے ابے جا اپنا راستہ لے۔ حرفِ ندا اکثر محذوف بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے بندہ نواز! سُنیئے۔ اے بندہ پرور! انصاف کیجئے۔ لیکن اے یا ارے کے لگانے سے ذرا زیادہ زور اور تاکید پائی جاتی ہے۔

غالب ؎

بے نیازی حد سے گزری۔ بندہ پرور اکب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا

؎

آئی ہے چمن میں مرے گُلرو کی سواری
اے بادِ صبا خاک اُڑانا نہیں اچھا

ندائی حالت میں کسی لفظ کی اُردو جمع کا حرف ن محذوف ہو جاتا ہے جیسے بھائی! معاف کر۔ بھائیو! میری مدد کرو۔ لڑکو! شور نہ کرو بیٹا اور بچہ ایسے لفظ ہیں کہ ندائی حالت میں ان کے آخری حرف کو یائے مجہول سے بدلنا بھی جائز ہے اور نہ بدلنا بھی جائز ہے جیسے بچہ! کچھ راہِ خدا دے جا تیرا بھلا ہو گا۔ بچے! کیوں رو رہا ہے بیٹا! ہمت نہ ہارو۔ بیٹے! کیوں وقت بیکار کھو رہے ہو۔

"ارے صاحب" یا "ارے جناب" کا فقرہ فصاحت اور اخلاق سے گرا ہوا سمجھا جاتا ہے۔

گیارھواں باب

مفعولی حالت

اُردو میں "کو" علامت مفعول ہے۔ لیکن بعض دفعہ محاورے کے لحاظ سے اس لفظ کو محذوف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مَیں نے روٹی کھالی۔ اُس نے پانی پی لیا۔ تم نے ناچ دیکھا۔ ایسے جملوں میں "کو" کا استعمال کرنا فصیح نہیں۔ مثلاً یوں کہنا کہ میں نے روٹی کو کھالیا۔ محاورے کے خلاف ہے۔ ہاں اگر کسی بات کو تاکید اور زور کے ساتھ کہنا ہو تو "کو" کا لانا درست ہے۔ جیسے میں نے دوا کو پی لیا مگر فوراً قے ہو گئی۔ تم نے ناچ کو دیکھا کچھ ہے نہیں۔

اگر کوئی اسم ذات اور فعل مل کر خاص محاورہ بن جائے تو "کو" محذوف ہو جاتا ہے۔ جیسے آنکھ چرانا۔ دل لگانا۔ راہ دیکھنا۔ بات بنانی۔ کبھی بجائے "کو" "سے" استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے "میں نے اس کو کہا" ذرا خلاف محاورہ ہے۔ اس کی جگہ "میں نے اس سے کہا" فصیح ہے "کو" کی جگہ "کے" بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے

نگاہ نگاہ سے لڑی مُفت دل ہوا پامال
کسی کے چوٹ لگی کوئی دردمند ہوا

"اُس کو لڑکا ہوا ہے" کہنا درست نہیں۔ "اُس کے لڑکا ہوا ہے"۔

کہنا چاہیئے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل جملے بھی قابلِ غور ہیں :-
اُس کے چوٹ لگ گئی۔ ماسٹر نے لڑکے کے تھپڑ مارا۔ تم نے کُتّے کے لکڑی ماری۔ موہن کے درد ہے۔ تمہارے تکلیف ہے۔ یا تمہیں تکلیف ہے۔ ہمارے سوزش ہے۔

واضح ہو کہ "تم کو تکلیف ہے" بھی بالکل صحیح اور بامحاورہ ہے لیکن اس جملے کے معنے میں اور "تمہارے تکلیف ہے" کے معنوں میں فرق ہے۔ "تمہارے تکلیف ہے" سے یہ مطلب ہے کہ تمہارے یا تم کو کوئی بیماری یا مرض ہے یا کچھ طبیعت ناساز ہے۔ "تم کو یا تمہیں تکلیف ہے" اس سے یہ مُراد ہے کہ تم آرام سے نہیں ہو یا تمہیں کچھ دِقت ہے۔ اِسی طرح آپ کے تکلیف ہے۔ اور آپ کو تکلیف ہے۔

کبھی "کو" مقصد یا قیمت ظاہر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسے وہ ہر روز مجھ سے پڑھنے کو آتا ہے۔ لڑکے صبح سیر کو جاتے ہیں۔ آپ نے یہ مکان کتنے کو خریدا۔

یہ لفظ عمر ظاہر کرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے میرے لڑکے کو دسواں برس ہے۔

کچھ ایسے لفظوں کے بعد جو جگہ یا وقت ظاہر کرتے ہیں اکثر لفظ "کو" محذوف ہو جاتا ہے۔ جیسے بابو صاحب دفتر گئے۔ گواہ کچہری گیا۔ وہ صبح آیا تھا۔ دہلی میں اکثر لفظ شام۔ رات اور دوپہر کے بعد کو بولا جاتا ہے۔ جیسے صبح کو آیا کرو۔ شام

کو جایا کرو۔ وہ شام کو تو یہیں تھارات کو چلا گیا ہوگا۔ دوپہر کو
گھر سے نہ نکلا کرو۔
کبھی "کو" قریب یا عنقریب کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے
جیسے مریض مرنے کو ہے۔ سورج نکلنے کو ہے۔

بارھواں باب

مختلف حروفِ جار کے فائدے

"میں" مندرجہ ذیل معنوں کا فائدہ دیتا ہے:۔
۱۔ وقت۔ جیسے ہندوستانی دن میں دو دفعہ کھانا کھاتے ہیں۔
۲۔ جگہ۔ وہ کلکتے میں رہتا ہے۔ ہم تانگے میں جائیں گے۔
تم موٹر میں بیٹھے رہو۔
۳۔ حالت۔ وہ غصے میں ہے۔ تم ہوش میں نہیں ہو۔
۴۔ بہ لحاظ۔ میں تم سے طاقت میں کم ہوں۔ وہ عقل میں زیادہ ہے۔
۵۔ انتخاب۔ وہ بھی ہزاروں میں ایک آدمی ہے یعنی ہزاروں
میں سے ایک برگزیدہ آدمی ہے۔
۶۔ نسبت یا تعلق:۔ مقدمے بازی میں نقصان ہے۔ اس کے
دل میں دغا ہے۔
۷۔ مقابلہ۔ گھوڑے گدھے میں بڑا فرق ہے۔

۸۔ عوض یا بدلہ۔ سو روپے میں گھوڑا نہیں بیچوں گا۔
۹۔ طور یا طریقہ۔ میں نے تو مذاق میں تم سے ایسا کہہ دیا۔ ہنسی ہنسی میں لڑائی ہو گئی۔
۱۰۔ شاملات۔ سکھ ہندوؤں میں ہیں یعنی شامل ہیں۔

پَر یا پہ

۱۔ جگہ۔ وہ گھوڑے پر سوار ہے۔ سیڑھی چھت پر رکھی ہے۔ کلکتہ دریائے ہگلی پر واقع ہے۔ فقیر دروازے پر کھڑا ہے۔
۲۔ وقت۔ تم وقت پر نہیں آتے ہولی پر وہ دہلی میں تھا۔
۳۔ انحصار۔ اُس کی روزی اسی پر ہے میرا گزارہ قرض پر ہے۔
۴۔ بمعنی واسطے۔ کنجوس آدمی روپے پر جان دیتے ہیں۔ لوگ نام پر مرتے ہیں۔
۵۔ لحاظ یا توجہ۔ اُس کے میلے کپڑوں پر نہ جانا بڑا مالدار ہے۔
۶۔ بمعنی کو یا نزدیک۔ جیسے اُس پر یہ راز کُھل نہ جائے۔
ع غیروں پہ کُھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا
۷۔ مطابقت۔ یہ درزی وعدے پر کپڑے دیتا ہے۔

"میں" اور "پر" کا فرق

"میں" کسی چیز کے اندر کے حصّے کو ظاہر کرتا ہے اور "پر" اوپر کی سطح کو۔ مثلاً یہ کہنا کہ میں موٹر پہ یا تانگے پر جاؤں گا۔ صحیح نہیں کیونکہ اس سے تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ میں موٹر یا تانگے کی چھت پہ بیٹھ کر جاؤں گا۔ بے شک یوں بولنا درست ہے کہ میں سائیکل پر جاؤں گا یا گھوڑے پر جاؤں گا۔ موٹر۔ تانگہ۔ بگی۔ ریل۔ رتھ ٹھیلا۔ کشتی۔ جہاز کے ساتھ لفظ "میں" استعمال کرنا چاہیئے۔ جیسے مینہ برس رہا ہے موٹر یا تانگے پر ترپال ڈال لو اور اس میں بیٹھ کر چلے چلو۔ ٹھیلے میں (یا پر) بوریاں رکھ دو۔ کشتی میں بیس آدمی بیٹھے تھے۔ جہاز میں لاکھوں روپے کا مال موجود تھا۔

میں ریل میں جاؤں گا۔ اور میں ریل پہ جاؤں گا ہم معنی فقرے نہیں ہیں۔ پہلے فقرے سے یہ مُراد ہے کہ میں ریل کے ذریعے سے سفر کروں گا۔ اور دوسرے سے یہ مطلب ہو کہ میں کسی کو پہنچانے یا لینے یا کسی اور کام ریل کے اسٹیشن پہ جاؤں گا۔ میں ریل میں جاؤں گا اور میں ریل سے جاؤں گا ایک ہی بات ہے۔

ساتھ

۱۔ ہمراہ :۔ صرف نیک اعمال انسان کے ساتھ جاتے ہیں۔

۲۔ باوجود :۔ اگرچہ فی الحال منصف نے میری درخواست منظور نہیں کی۔ لیکن اس کے ساتھ آئندہ خیال رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔

اکثر انگریزی سے دھوکا کھاکر، عام لوگ یہ فقرہ بولتے ہیں :۔ وہ میرے ساتھ ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ میرے پاس ہے بلکہ یہ معنے سمجھے جاتے ہیں کہ وہ میرا مددگار ہے کیونکہ "ساتھ" کے معنے اسم ذات ہونے کی حالت میں "مدد" ہیں۔ جیسے بُرے وقت میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا انساں سے ہوتا ہے

بعض آدمی لفظ "ساتھ" کو "پہلو یا جانب میں" کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے میرا مکان اُن کے مکان کے ساتھ ہی ہے۔ یہ فقرہ صحیح نہیں ہے یوں کہنا چاہیئے کہ میرا مکان اُن کے مکان کے برابر میں ہی ہے "شہر کے ساتھ ساتھ دریا بہتا ہے" کی بجائے "شہر کے برابر برابر دریا بہتا ہے" بولنا چاہیئے۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ بعض وقت لفظ "برابر" کے بعد لفظ "میں" استعمال نہ کرنے سے غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ مثلاً یوں بولیں کہ "میرا مکان ان کے مکان کے برابر ہے" تو اس سے یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میرا مکان اتنا ہی بڑا ہے۔ جتنا ان کا مکان اس لئے بہتر ہے کہ ایسے موقع پر بجائے "برابر" "برابر میں" استعمال

کیا جائے۔

سے

۱۔ ابتدار:۔ صبح سے کیوں غُل مچا رہے ہو۔ پانچ بجے سے چھ بجے تک پڑھا کرو۔ دہلی سے کلکتے تک ریل کی پٹری دوہری ہے

۲۔ ماخذ یا اصلیت۔ تم بڑے شریف خاندان سے ہو۔

۳۔ سبب:۔ روز کے جھگڑوں سے ناک میں دم آگیا۔ یعنی ہر روز کے لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے بہت دِق ہیں۔

۴۔ نسبت یا تعلّق۔ جیسے آپ سے مجھے کیا سروکار ہے۔ میری تم سے دشمنی ہے۔ تمہاری اُن سے دوستی ہے۔ آپ کے ہم سے بڑے تعلّقات ہیں۔ وہ روٹی کپڑے سے خوش ہے۔ یعنی وہ کھانے پینے سے خوشحال ہے۔ واضح ہو کہ بجائے "تم سے اُن سے دوستی ہے" تمہاری اُن سے دوستی ہے۔ بولنا چاہیئے۔

۵۔ مقابلہ۔ جیسے میرا بھائی تمہارے بھائی سے ہوشیار ہے۔

۶۔ ذریعہ۔ جیسے چور نے تلوار سے حملہ کیا۔ آپ کی سفارش سے کامیابی ہوئی۔ وہ ریل سے جائے گا۔

۷۔ ساتھ۔ جیسے وہ بڑے سازوسامان سے دربار میں گیا۔

۸۔ اوپر۔ جیسے بچّہ چھت سے گر پڑا یا چھت پر سے گر پڑا۔

۹۔ طرف :۔ جیسے ؎

ابر آیا ہے اُٹھ کے کعبے سے
کسی عاشق کا دل جلا ہوگا

۱۰۔ اندر :۔ جیسے کنستر میں سے گھی نکال لو۔

۱۱۔ انتخاب :۔ سب اُمیدواروں میں سے پانچ چھانٹ لو۔

تیرھواں باب

مختلف نکتے

سا۔ سے۔ سی

یہ لفظ اکثر کسی صفت کی کمی کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے ایک نیلا سا کاغذ یہاں پڑا تھا۔ یہ لوگ بیوقوف سے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ عورت پاگل سی معلوم ہوتی ہے۔ ذرا سی غلطی ہوگئی۔

کبھی یہ لفظ "مانند" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے تم سا بھی احمق شاید ہی کوئی ہوگا۔

۵ ہم سے بھی اس بساط پہ کم ہوں گے بد قمار
جو چال ہم چلے وہ بہت ہی بُری چلے

کبھی اضافت کے بعد کسی چیز سے مُشابہت ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے آدمی کا سا بچہ بول رہا ہے۔ شیر کی سی آواز آ رہی ہے۔ درخت کی جڑ سی معلوم ہوتی ہے۔ مالا کے دانے سے پڑے ہیں۔

تنبیہ :۔ لفظ سا۔ سے۔ سی۔ کے آگے پیچھے ہونے سے بھی معنوں میں فرق ہو جاتا ہے۔ مثلاً درخت کی سی جڑ معلوم ہوتی ہے سے یہ مُراد ہے کہ درخت کی یا درخت کی قسم کی کسی اور چیز کی جیسے جھاڑی یا گھاس وغیرہ کی جڑ معلوم ہوتی ہے۔ درخت کی جڑ سی معلوم ہوتی ہے سے یہ مطلب ہے کہ جڑ معلوم ہوتی ہے یا جڑ سے کوئی مِلتی جُلتی اور چیز معلوم ہوتی ہے۔

والا

اس لفظ کا آج کل اکثر بے جا استعمال ہوتا ہے۔ یہ عربی لفظ "وُالی" سے بنایا گیا ہے جس کے معنے مالک ہیں۔ اس لئے اُردو میں بھی یہ مالک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سودے والا۔ گدھے والا۔ کپڑے والا۔ اسم صفت کے آگے "وُالا" لگانا فاش غلطی ہے۔ جیسے "ہرا والا صندوق" یا "بڑی

والی لکڑی" کی بجائے "ہرا صندوق" یا "بڑی لکڑی" بولنا چاہیئے ایسے جملوں میں اگر اسمِ صفت کے آخر میں الف یا ہ ہو اور موصوف کے بعد کوئی حرف ربط آوے تو اسمِ صفت کے آخری حرف کو یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں۔ جیسے ہرے صندوق میں کتاب رکھی ہے۔ بڑے مزے کی بات ہے۔ چونکہ "والا" اسم فاعل کی بھی علامت ہے اس لئے ایسے جملے بالکل بیہودہ ہیں۔ جیسے کھانے والا سوڈا یا کپڑے دھونے والا صابن۔ یہ کہنا چاہیئے کہ کھانے کا سوڈا یا کپڑے دھونے کا صابن۔

ہی

یہ لفظ اکثر تاکید کی غرض سے بولا جاتا ہے۔ جیسے "تم" "ہی" نے تو مجھ پر جرمانہ کیا ہے۔ وہی تو لوگوں کو بہکاتا ہے۔ بچّے ہی غل مچا رہے ہیں۔

مندرجہ ذیل فقرہ غلط ہے۔

نا ہی تم آئے۔ نا ہی وہ آیا۔ صحیح یوں ہو گا:۔

نہ تم ہی آئے۔ نہ وہ ہی آیا۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم ہی ہوا۔ نہ مرض ہی گیا نہ طاقت ہی آئی۔ ان فقروں سے ظاہر ہے کہ "نہ" کے ساتھ مل کر "ہی" کا لفظ کبھی نہیں آتا۔

نہ - نا - نہیں - مت

"نا" کا لفظ آج کل بطور حرفِ نفی مستعمل نہیں ہے۔ مثلاً نامعلوم وہ کب آئے گا کہنا خلافِ محاورہ ہے۔ نہ معلوم وہ کب آئے گا بولنا چاہیئے۔

یہ لفظ اکثر کسی اسم ذات یا اسم صفت کے پہلے لگ کر ایک کلمہ بن جاتا ہے۔ جیسے نا امید۔ ناخلف۔ ناآشنا۔ نا اتفاقی نابالغ۔ ناپاک۔ ناانصافی۔ (یا بے انصافی)

"نہ" اور "مت" دونوں لفظ کسی کام سے منع کرنے یا روکنے کے لئے بولے جاتے ہیں لیکن "مت" کا لفظ ذرا زیادہ تاکید ظاہر کرتا ہے۔ جیسے وہاں نہ جانا اور وہاں مت جانا۔ آج کچھ نہ کھانا۔ اور آج کچھ مت کھانا۔

میرؔ

میرے تغیر حال پر مت جا
اتفاقات ہیں زمانے کے

"نہ" اور "نہیں" میں یہ فرق ہے کہ "نہ" اکثر ماضی شرطیہ ماضی شکیہ اور مضارع کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اور ماضی مطلق ماضی بعید اور ماضی استمراری کے ساتھ عموماً "نہیں" بولا جاتا ہے۔ جیسے :-

اگر وہ محنت نہ کرتا تو کامیاب نہ ہوتا۔ اگر وہ نہ آیا تو میں نہیں (نہ) جاؤں گا۔ وہ نہ گیا ہوگا۔ تم نے سچ نہ کہا ہوگا۔ انسان کو چاہیئے کہ جھوٹ نہ بولے۔ وہ نہیں مانتا۔ تم نہیں سوچتے کہ تمہاری اس میں ہتک ہے۔ وہ ابھی نہیں جاگا۔ تم ابھی نہیں گئے۔ لڑکا نہیں پڑھتا تھا یا نہیں پڑھ رہا تھا۔

اس کے علاوہ "نہیں" کے استعمال کرنے سے کلام میں ذرا زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے تم نے کچھ نہ سیکھا تم نے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہوا کے لفظ کے ساتھ (اگرچہ ماضی مطلق ہے) کبھی "نہ" بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

ذوق ؎

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

"نا" یا "نہ" کبھی کبھی صرف تاکید کے واسطے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ہٹو نا۔ سرکو نا۔ آؤ نا۔ چلو نا۔

غالب ؎ کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

کبھی کوئی بات دریافت کرنے کے لئے "نا" بولا جاتا ہے۔ جیسے وہ آ گئے نا۔ تم سوچکے نا۔ چھٹی ہو گئی نا۔ لیکن ایسے موقع پر الف سے "نا" لکھنا چاہیئے تاکہ نفی والے "نہ" سے اس کی تمیز ہو سکے۔

ماہواری ۔ ماہیانہ ۔ ماہوار ۔ ماہانہ ۔ سالانہ ۔ سالیانہ

لفظ ماہواری بطور اسم صفت مستعمل ہے۔ جیسے ماہواری تنخواہ ۔ ماہواری گوشوارہ ۔ ماہیانہ بطور اسم ذات بمعنے مہینے کی تنخواہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے آپ کا ماہیانہ یا مہینا کیا ہے۔ یعنی آپ کی ماہواری تنخواہ کیا ہے۔

ماہوار اور ماہانہ بطور تابع فعل بولا جاتا ہے۔ جیسے آپ کو کیا ماہوار ملتا ہے۔ اُن کو کتنا لگان ماہانہ دینا پڑتا ہے۔

"سالانہ" کبھی بطور اسم صفت استعمال ہوتا ہے۔ کبھی بطور تابع فعل۔ جیسے سالانہ امتحان ۔ سالانہ آمدنی ۔ سالانہ خرچ ۔ آپ سالانہ کیا بچاتے ہیں۔ وہ سالانہ کیا خرچ کرتا ہے۔

"سالیانہ" بطور اسم ذات بمعنے سالانہ آمدنی یا سالانہ تنخواہ مستعمل ہے۔ جیسے اُن کو کیا سالیانہ ملتا ہے۔ تمہارا ریاست حیدر آباد سے کچھ سالیانہ بندھا ہوا ہے۔

کا ۔ کی ۔ کے

یہ لفظ اضافت کا فائدہ دینے کے علاوہ کبھی فعل کے بعد محض تاکید کی غرض سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جیسے وہ نہیں ماننے کا۔ یعنی

وہ ہرگز نہیں مانے گا۔ تم نہیں آنے کے یعنی تم ہرگز نہیں آؤ گے۔
اس مہینے میں گرمی کم نہیں ہونے کی۔

رندؔ ۔۔ یار سے وعدہ مُلاقات کا ہے بعد زوال
دوپہر آج کسی طرح نہیں ڈھلنے کی

آپ۔ اپنا

آپ کا لفظ تعظیم کے واسطے بجائے تم حاضر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے جو کچھ آپ فرمائیں کیا جائے۔ لیکن یہ لفظ کسی بزرگ کے متعلق غائب کے واسطے بھی آتا ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ اس موقع پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا کچھ قصور نہیں ہے۔ لیکن یہ بہتر ہوگا کہ رسول اللہ صلعم کے لئے آنحضرت کا لفظ استعمال کیا جائے۔ اور کمتر درجہ کے بزرگانِ دین کے لئے "اُن" یا "انہوں نے" بولا جائے۔ یا حضرت یا حضور کہا جائے۔ "اپنا" بمعنے ذاتی یا نج کا بطور اسم صفت مستعمل ہے۔ جیسے تمہارا اپنا مکان دہلی میں موجود ہے۔ لفظ اپنا سے مصدر "اپنانا" گھڑ لینا اُردو محاورے کے خلاف ہے۔

کئی یہ لفظ صرف تھوڑی تعداد کیلئے بولنا چاہیئے۔ جیسے کئی ممبروں نے اس تحریک کے خلاف رائے دی (یعنے پانچ سات یا دس پندرہ) اس لفظ کو سینکڑوں یا ہزاروں کی تعداد کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیئے :۔

دُوسری فصل

ذیل میں ایسے مصدر درج کئے جاتے ہیں جو محاورے کے لحاظ سے مختلف معنوں میں مستعمل ہیں:۔

پہلا باب

اُبالنا۔ اُبلنا:۔ (۱) جوش کھانا۔ جیسے دودھ اُبل گیا۔
(۲) پکنا۔ گلنا۔ گھیا کو اُبال کر دہی میں ملالو۔
(۳) جوش کھا کر گرنا۔ تیل کڑاہی میں سے اُبل پڑا۔
(۴) کسی چیز کی کثرت ہونی۔ آجکل نارنگیاں تو اُبل پڑی ہیں۔
(۵) غرور کرنا۔ دولت پر اتنا نہ اُبل یہ تو آنی جانی چیز ہے۔

اُتارنا:۔ (۱) اس لفظ کے اصلی معنی کسی چیز کو اونچے سے نیچے لانا ہے جیسے گھڑی کو کیل پر سے اُتار لو۔ بوندیں آنے لگیں، پتنگ کو اُتار لو۔ ڈولی آئی ہے۔ سواری اُتار لو۔

یا اُتروالو۔

(۲) مرتبہ گھٹانا۔ تنزل کرنا۔ پارلیمنٹ نے چیمبرلین کو وزارت سے اُتار دیا۔

(۳) لفظ پار سے مل کر دریا یا پُل کے عبور کرنے کو کہتے ہیں۔ یارحمٰن۔ پُل صراط سے تو ہی پار اُتارے گا۔

(۴) سیکنا۔ پکانا۔ تلنا۔ آج تو گھٹا چھارہی ہے پکوڑیاں تل لو۔ یا اُتار لو۔ (ہندو)

(۵) پیدا کرنا۔ حضرت آدمؑ کو خدا نے اسی غرض سے دُنیا میں اُتارا کہ اُس کی عبادت کرے۔

(۶) بھوت پریت کو دفع کرنا۔ کسی کے اوپر سے مجھے بھوت پریت تو اُتارنا آتا نہیں۔

(۷) قرضہ ادا کرنا۔ ساری رقم کب تک اُتار دوگے۔

(۸) کاٹنا۔ اس قصور پر بادشاہ نے کوتوال کا سر اُتار لیا۔

(۹) عکس لینا۔ تصویر کھینچنا۔ اس عمارت کا خاکہ اُتار دو۔

(۱۰) خراد چڑھانا۔ ایک مُگدر کی جوڑی تو اُتار دو۔

(۱۱) کپڑے بدلنا۔ یہ قمیص اُتار دو میلی ہوگئی۔

(۱۲) صدقہ دینا۔ ہزار روپے تو تم پر سے اُتار کر پھینک دوں۔

(۱۳) جُدا کرنا۔ علیحدہ کرنا۔ قلیئے کے اوپر سے گھی نہ اُتارو۔

(۱۴) ٹھیرانا۔ رہنے کو جگہ دینا۔ کوتوال صاحب کو دیوان خانے

میں اُتار دو۔
(۱۵) کسی عضو کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ مجھ سے پنجہ نہ لڑاؤ۔ کہیں میری کلائی نہ اُتار دینا۔

اُترنا:۔ (۱) مقیم ہونا۔ آپ کس محلے میں اُترے ہیں۔
(۲) بھاؤ گھٹنا۔ سونا اُتر گیا۔ یعنی سونے کی قیمت کم ہوگئی۔
(۳) عمر کے لفظ کے ساتھ اس مصدر کے معنی جوانی ڈھلنے کے ہیں۔ جیسے یہ پہلوان اب عمر سے اُتر گیا۔
(۴) پار کے لفظ کے ساتھ بمعنی عبور کرنا۔ ؎

دریائے غم سے پار اُترنے کے واسطے
تیغ خمیدہ یار کی لوہے کا پُل بنا

(۵) ذائقہ بگڑ جانا:۔ اچار اُتر گیا۔ مزا نہیں رہا۔
(۶) عضو کا اپنی جگہ سے ٹل جانا۔ میری کلائی اُتر گئی۔
(۷) تنزّل ہونا۔ تحصیلدار اپنے عُہدہ سے اُتر گیا۔ اُترا شحنہ مردک نام۔
(۸) بچّے کا مرنا۔ آج محلّے میں کس کا بچّہ اُتر گیا۔
(۹) دودھ نکلنا۔ درد کی وجہ سے ماں کے دودھ نہیں اُترتا۔
(۱۰) جگہ سے ہٹنا۔ گاڑی کا پیّا اُتر گیا۔
(۱۱) تول میں ہونا۔ آم پانچ من اُترے۔

(۱۲) آمادہ ہونا۔ تیار ہونا:۔ اب اس سے زیادہ بات نہ کرو وہ گالی گلوچ پر اُتر آیا۔ یعنی گالی گلوچ کرنے کو تیار ہو گیا۔

(۱۳) پُورا اُترنا۔ بمعنی کامیاب ہونا۔ جیسے نیک بندے قیامت کے دن پورے اُتریں گے۔

(۱۴) جن اُترنا۔ بمعنی غصہ اُترنا یا ٹھنڈا ہونا۔

برق ؎

اے پری مُردے سے کیا ضد ہے کہاں تک غصہ
جان دی میں نے مگر جن نہ تمہارا اُترا

(۱۵) پگڑی اُترنی بمعنے عزت یا آبرو جانی۔ جیسے بھری محفل میں سیٹھ جی کی پگڑی اُتر گئی۔

(۱۶) قدم اُٹھانا۔ جلدی جلدی چلنا۔ ذرا قدم اُٹھاؤ تاکہ دیر نہ ہو جائے۔

اُٹھانا:۔ (۱) اصلی معنی اونچا کرنا۔ بلند کرنا۔ جھنڈے کو ذرا اور اُٹھاؤ تاکہ مکانوں سے نہ اٹکے۔

؎ بُرقعے کو اُٹھا چہرے سے وہ بُت اگر آئے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے

(۲) مکان خالی کرانا۔ آپ نے کرایہ دار کو کیوں اُٹھا دیا۔

کرایہ تو برابر دے رہا تھا۔

(۳) برداشت کرنا:- ایسی مصیبتیں تو مجھ سے اُٹھائی نہیں جاتیں۔

(۴) برخاست کرنا۔ بند کرنا۔ آپ نے کناری کا کارخانہ کیوں اُٹھا دیا۔

(۵) خرچ کرنا۔ نواب صاحب نے شادی میں بیس ہزار روپے اُٹھائے۔

(۶) جگانا:- مدرسے کا وقت ہوگیا لڑکے کو اُٹھا دو۔

(۷) تعمیر کرنا:- بغیر کمیٹی کی اجازت کے کوئی ایک دیوار بھی نہیں اُٹھا سکتا۔

(۸) مُتبرّک چیز ہاتھ میں لے کر قسم کھانا:- قرآن اُٹھا کر کہدو کہ میں نے تمہارا مال نہیں لیا۔

(۹) ماننا۔ قبول کرنا۔ ؎

احسان ناخدا کا اُٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

(۱۰) لپیٹنا۔ تہ کرنا۔ دن چڑھ گیا بچھونے اُٹھا دو۔

(۱۱) برپا کرنا۔ آج صبح سے پولیس والوں نے آفت اُٹھا رکھی ہے (یا مچا رکھی ہے)

؎ یہ کیا عشق آفت اُٹھانے لگا

میرے دل کو مجھ سے چھڑا لینے لگا

(۱۲) کسی دیوتا یا پیر کے نام پر کچھ رقم بطور نذر رکھنی۔ پانچ آنے سیّد بادشاہ کے نام کے اُٹھا دو۔

(۱۳) باگ اُٹھانا یعنے گھوڑا دوڑانا۔ لڑکے کو اپنے آگے بٹھا کر ڈاکو نے باگ اُٹھائی۔

(۱۴) شروع کرنا۔ گوییے نے ایسا راگ اُٹھایا (یا چھیڑا) کہ سارنگئے کی سمجھ ہی میں نہ آیا۔

(۱۵) تعزیوں کا دفن کرنے کے لئے کربلا میں لیجانا:۔ اس جھگڑے کی وجہ سے مسلمانوں نے ابھی تک تعزیے نہیں اُٹھائے۔

(۱۶) حاصل کرنا:۔ مکان تو تمہارا ٹوٹا پھوٹا ہے۔ اس کے کیا دام اُٹھاؤ گے۔ آج کل غلہ کی تجارت سے کیا فائدہ اُٹھاؤ گے۔

(۱۷) ہاتھ اُٹھانا۔ بمعنی مارنا پیٹنا۔

ظفرؔ

ہاتھ اُٹھانا محتسب مستوں پہ ہے
ہو ویں یارب اس کے دونوں ہاتھ خشک

(۱۸) کسی کام کا اچانک واقع ہونا۔ جیسے شعلے بھڑک اُٹھے شہزادہ بول اُٹھا۔

(۱۹) بیڑا اُٹھانا۔ بمعنی مصمم ارادہ کرنا۔ یا کسی کام کے کرنے کا ذمّہ لینا۔

ذوق سہ

چھپا کے پان یہ کس کے لئے بناتے ہو
ہمارے قتل کا بیڑا کہیں اُٹھاتے ہو

سرکار نے بیڑا اُٹھایا ہے کہ ستی کی رسم کو ہندوستان سے بالکل اُٹھادے۔

اُٹھنا:۔ (۱) کھڑا ہونا۔ چلو اُٹھو باغ کی سیر کر آئیں۔

(۲) اونچا ہونا۔ آج کس کا جھنڈا اُٹھا۔

(۳) دوکان یا مکان چھوڑنا۔ اس گلی میں سے پنواڑی کی دوکان اُٹھ گئی۔

(۴) بڑا ہونا۔ بالغ ہونا۔ اولاد لائق اُٹھتی ہے تو باپ دادا کا نام روشن کر دیتی ہے۔

(۵) درد وغیرہ شروع ہونا۔ کل رات کو میرے سینے میں درد اُٹھ آیا۔

(۶) ختم ہونا۔ آج کل کام کی یہ بھرمار ہے کہ اُٹھنے ہی میں نہیں آتا۔

(۷) جنازہ۔ تعزیئے یا ٹیسو وغیرہ کا نکالنا۔ رات کے

دس بج چکے ابھی ٹیسو ہی نہیں اُٹھے۔ ابھی نواب صاحب کا جنازہ نہیں اُٹھا۔

(۸) گھوڑی یا کُتیا وغیرہ کا جوانی میں مست ہونا۔ آجکل گھوڑی اُٹھی ہوئی ہے۔

(۹) خرچ ہونا۔ شادی میں دو ہزار روپیہ اُٹھا۔

(۱۰) پڑھنے میں آنا۔ قطب مینار کی عبارت کچھ ایسے خط میں لکھی ہے کہ ایک بھی حرف نہیں اُٹھتا۔

(۱۱) نقش ہونا۔ مُہر میں روشنائی کم لگائی۔ حرف صاف نہیں اُٹھے۔

(۱۲) زمین یا مکان کو کرایہ پہ یا ٹھیکے پہ دینا۔ چھ مہینے سے مکان خالی پڑا ہے۔ کرایہ پر اُٹھتا ہی نہیں۔

(۱۳) اچار کا کھٹّا ہو جانا۔ گرمی کی وجہ سے دو ہی دن میں اچار اُٹھ آیا۔ ابھی آٹے کا خمیر نہیں اُٹھا۔

(۱۴) مرنا۔ ہزارہا بادشاہ دُنیا سے اُٹھ گئے۔

(۱۵) جی اُٹھنا۔ بمعنی بیزار ہونا یا خاطر برداشتہ ہونا۔ جیسے اب دُنیا کے سیر تماشوں سے جی اُٹھ گیا۔ بمعنی زندہ ہو جانا۔

جی بھی اُٹھّو کہ یار آتا ہے
دم یہ خاصہ دیا مسیحا نے

اُٹھ بیٹھنا :- نیند سے جاگنا۔
آزاد ؎

بس اُٹھ بیٹھو بیٹا بہت سو چکے
بہت وقت بیکار تم کھو چکے

واضح ہو کہ ان معنوں میں اُٹھ کھڑا ہونا خلافِ محاورہ ہے۔ ہاں یوں بول سکتے ہیں کہ سرکار کی توہین پہ تمام حاضرین جلسہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اُدھڑنا۔ (۱) سلائی کے ٹانکے ٹوٹنا۔ میری قمیص کا گریبان
اُدھیڑنا۔ اُدھڑ گیا۔
(۲) اتنا پیٹنا کہ کھال اُڑ جائے۔ کل سبق یاد نہ کیا تو بڑا اُدھیڑوں گا۔
(۳) خرچوں کی وجہ سے تباہ ہو جانا۔ آجکل لڑکوں کی تعلیم کے اخراجات اُدھیڑے دیتے ہیں۔
(۴) چھت وغیرہ کا توڑنا۔ ابھی تو راج مزدور چھت کو اُدھیڑ رہے ہیں۔
(۵) مچھروں یا پسّوؤں کا کاٹ کاٹ کر دو دوڑے ڈال دینا۔ رات کو تو مچھّروں نے اُدھیڑ ڈالا۔

اُڑانا :- (۱) پرندیا کسی دوسری چیز کو ہوا میں رواں کرنا۔ شام کو
کبوتر اُڑائیں گے۔ آندھی میں پتنگ نہ اُڑاؤ۔
(۲) اُچھالنا، چھڑکنا۔ کیوں چھینٹیں اُڑاتے ہو۔ ع
اے بادِ صبا خاک اُڑانا نہیں اچھا
(۳) کاٹنا۔ جُدا کرنا۔ آئندہ ایسا کیا تو سر اُڑا دوں گا۔
(۴) پریشان ہونا۔ گھبرانا۔ اس خبر نے تو میرے
اوسان اُڑا دیئے۔
(۵) بغیر سکھائے کوئی کام دیکھ کر سیکھ لینا۔ فوٹو کھینچنے کا
یہ طریقہ کس سے اُڑایا۔
(۶) گانا۔ گویا تو دھرپد کی تان اُڑا رہا ہے۔
(۷) چُرانا۔ یہ کس کی ٹوپی اُڑائی۔ میرا بٹوہ کس نے اُڑا لیا۔
(۸) بھیرویں اُڑانا۔ یعنی عیش و عشرت کرنا۔ یا مزے اُڑانا۔
جیسے اب تو بھیرویں اُڑا رہے ہو۔ ماں باپ کے
بعد دنیا کا حال معلوم ہو گا۔
(۹) مارنا۔ اُٹھائی گیرے کے خوب جوتے اُڑائے۔
جیب کترے کے بڑے چپت اُڑائے۔
(۱۰) اُکھاڑنا۔ موقوف کرنا۔ اس تیل نے تو میرے سارے
سر کے بال اُڑا دیئے۔ میاں! نوکر سے ذرا
نرمی سے بولو کہیں اسے اُڑا نہ دینا۔

(۱۱) توپ یا بارود سے گرانا۔ ریل کا راستہ نکالنے کے واسطے کئی پہاڑیوں کو اُڑادیا۔ توپ کے گولے نے قلعے کی فصیل کو اُڑادیا۔

(۱۲) ٹالنا، سُنی اَن سُنی کرنا۔ ع

جو بات کہی میں نے وہ باتوں میں اُڑادی۔

(۱۳) اُدھیڑنا۔ پھر ایسا کیا تو کھال اُڑادوں گا۔

(۱۴) روپیہ ضائع کرنا۔ نواب زادے نے سارا مال متاع اُڑادیا۔

(۱۵) چھیلنا۔ کھرچنا۔ کسی نے شروع کے دو حرف اُڑادئے۔

(۱۶) کاٹنا۔ خارج کرنا۔ میرے لڑکے کا نام ہیڈ ماسٹر نے رجسٹر سے کیوں اُڑادیا۔

(۱۷) ہنسی یا مذاق اُڑانا۔ غریبوں کی کیوں ہنسی یا مذاق اُڑاتے ہو۔

(۱۸) دھجیاں اُڑانی۔ شرمندہ کرنا۔ عیب جوئی کرنی۔ جیسے اُس نے تمہاری ایسی دھجّیاں اُڑائیں کہ تمہیں منہ دکھانے کو جگہ نہیں۔

(۱۹) بہکانا۔ ارے چل کیوں اُڑاتا ہے ساری حقیقت مجھے پہلے ہی معلوم ہے۔

خواہ مخواہ بے پر کی اُڑاتے ہو۔

(۲۰) حاصل کرنا۔ اُٹھانا۔ اب تو مزے اُڑا لو۔ پھر روؤ گے۔

ذوقؔ ؎ یہ گُل چھرّے اُڑائے کل نکل مجنوں نے زنداں سے
کہ ہر سو گُل فشانی تھی شرارِ سنگِ طفلاں سے

(۲۱) کھانا چٹ کرنا۔ کل ضیافت میں کیا کیا اُڑایا۔

(۲۲) دُور کرنا۔ ذرا مریض کے مُنہ سے مکھیاں اُڑاتے جاؤ۔

(۲۳) افواہ پھیلانی۔ یہ کس نے اُڑا دی کہ بادشاہ مر گیا۔

(۲۴) بھگانا۔ دوڑانا۔ رہزن گھوڑا اُڑا کر غریب مُسافر پر ٹوٹ پڑا۔

(۲۵) چٹکیوں میں اُڑانا بمعنے ہنسی میں ٹالنا۔

؎ تالیاں بجتی ہیں بازار میں جن کے پیچھے
چٹکیوں میں وہی اغیار اُڑاتے ہیں مجھے

(۲۶) موقوف ہونا۔ اب تو پردہ بالکل اُڑتا جاتا ہے۔

اُڑنا۔ اُڑجانا۔ چونکہ مصدر اُڑنا۔ اُڑ جانا کے بہت سے معنی مصدر اُڑانا کے ساتھ مشترک ہیں۔ اس وجہ سے ذیل میں صرف وہی معنی درج کئے جاتے ہیں جو "اُڑانا" کے معنوں کے علاوہ ہیں۔

(۱) رنگ کا مدھم پڑ جانا۔ یا چہرہ فق پڑ جانا۔

کچھ تو ہے خالی نہیں اسرار سے
رنگ اُڑتا ہے گُل رخسار سے

دہوپ میں گاڑی کا رنگ اُڑ گیا۔

(۲) مرجانا۔ فوت ہو جانا۔ میاں کیا پوچھتے ہو۔ میرے ساتھ لڑکے ہوئے سب کے سب اُڑ گئے۔

(۳) اترانا۔ مغرور ہونا۔ دولت پر کیوں اُڑتے ہو۔ یہ چند روزہ ہے۔

(۴) پریشان ہونا۔ گھبرانا۔ جھگڑوں کے مارے میرا دماغ اُڑا جاتا ہے۔ یہ خبر سُنکر میرا دل اُڑا جاتا ہے۔

اُلٹنا ۔ (۱) اوندھا ہو جانا۔ دیوار سے ٹکرا کر گاڑی اُلٹ گئی۔

اُلٹ جانا۔ (۲) انکار کرنا۔ پھر جانا۔ وعدہ کرکے اُلٹنا یا پھر جانا
اُلٹ دینا۔ مردوں کا کام نہیں۔

(۳) انقلاب ہونا۔ پردہ کیا اُڑا زمانہ ہی اُلٹ گیا یا پلٹ گیا۔

(۴) پلٹنا۔ میرا جاڑوں کا کوٹ اُلٹ دو۔

(۵) مُٹاپا چڑھنا۔ ورم ہو جانا۔ پہلوان کی رانیں

اُلٹ گئیں۔ سوجن سے آنکھ اُلٹ گئی۔

(۶) مُکرنا۔ مُنکر ہو جانا۔ وہ تو ایسا ظالم شخص ہے کہ کاٹے اور اُلٹ جائے یعنی پورا پورا نقصان پہنچا کر انجان بن جائے۔

معروف: ؎

حذر کر اے دلِ ناداں نہ زُلفِ یار کو چھیڑ
یہ ناگنی نہ کہیں کاٹ کر اُلٹ جاوے

(۷) ہلنا۔ جنبش کرنا۔ تمہارے بچے کی ابھی زبان نہیں اُلٹتی۔ یعنی ابھی بول نہیں سکتا۔

(۸) اُٹھانا۔ اونچا کرنا۔ جیسے نقاب اُلٹنا ؎

نقاب اپنے رُخِ روشن سے اُلٹو
تماشا لَن ترانی کا دِکھاؤ

(۹) بدلنا۔ خلاف کر دینا۔ آپ نے تو اس لفظ کے معنی ہی اُلٹ دیئے۔

(۱۰) کسی بات میں چون و چرا کرنا۔ ہونہار لڑکے بڑوں کی بات نہیں اُلٹتے۔

(۱۱) اوندھا کرنا۔ چلم اُلٹ کر حُقّہ تازہ کر لو۔

(۱۲) کلیجا اُلٹ جانا۔ بھٹنے دیوانہ ہو جانا۔

ہجر ؎

اقرارِ وصل کر کے پھر انکار ظلم سے
تم کیا پلٹ گئے کہ کلیجا اُلٹ گیا

آلگنا یا آن لگنا۔ (۱) قریب ہونا۔ شروع ہونا۔ دسمبر آلگا یا آن لگا لیکن ابھی جاڑا تو کچھ پڑا ہی نہیں۔

(۲) چوٹ لگنی۔

ذوقؔ ؎

نگہ کا وار تھا دل پہ پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پہ کسی کے آن لگی

اوپر کے شعر میں ایک اور بات توجّہ کے قابل ہے۔ اُستاد ذوقؔ نے دوسرے مصرعے میں کسی کو آن لگی نہیں کہا۔ یعنے بجائے حرف "کو" حرف "کے" استعمال کیا ہے۔

آن پڑنا (۱) کسی چیز کا اچانک گرنا۔ گٹھری میرے سر پہ آن پڑی بجلی مکان پہ آن پڑی۔

(۲) مقیم ہونا۔ اُترنا۔ دو دن کے لئے مسجد ہی میں آن پڑو۔

(۳) حملہ کرنا۔ اکیلا دیکھ کر ڈاکو اس پہ آن پڑے۔

(۴) آفت آنی۔ ؎

چُپ رہتے رہتے آن پڑی اپنی جان پہ
تو بھی نہ لائے ہم ترا شکوہ زبان پہ

اوپر کے شعر میں بجائے "آن پڑی" "آن بنی" بھی موزوں و مناسب ہو سکتا ہے۔

آنا۔ (۱) ذکر آنا۔ سے

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

(۲) دل آنا۔ بمعنے عاشق ہونا۔

رندؔ سے

پڑتی ہے آکے جان پہ آخر بلائے دل
یارب کسی بشر کا بشر پر نہ آئے دل

(۳) مائل ہونا۔ سے

آندھیاں آتی ہیں آہوں سے ہماری اکثر
اُٹھا طوفان اگر رونے پہ آئیں آنکھیں

(۴) جاننا۔ واقف ہونا۔ سیکھنا۔ اُسے کچھ آتا تو ہے نہیں یوں ہی شیخی مارتا ہے۔

ذوقؔ سے

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہائیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

جرأتؔ سے

نہ آیا اور کچھ اس چرخ کو آیا تو یہ آیا
گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روزِ ہجراں کا

(۵) اَڑنا۔ جمنا۔ قائم رہنا۔ اپنی ضد پہ آجاؤں گا تو ایک کی نہ مانوں گا

شیفتہ ؎

آپ مرتے تو ہیں پہ جیتے ہی بن آئے گی
شیفتہ ضد پہ جو اپنی وہ ستمگر آیا

(۶) آنکھیں آنا۔ یعنے آنکھیں دُکھنے آنا۔ یا آنکھوں پہ آشوب ہونا۔

میر ؎

عشق نے ایذائیں یہ دکھلائی ہیں
تھم گئے آنسو تو آنکھیں آئی ہیں

(۷) اپنی والیوں پہ آنا۔ یعنی اپنی ہٹ پہ جما رہنا۔ وہ اپنی والیوں پہ آجائے گا تو پھر کسی کی نہیں سُنے گا۔

(۸) کچلا جانا۔ دبنا۔ سُنا ہے آج نواب صاحب کی موٹر میں کوئی قلی آگیا۔ یعنے موٹر سے کچلا گیا۔

(۹) ناک میں دم آنا۔ ریوڑی کے پھیر میں آنا۔ یعنے نہایت دق ہونا۔ یا پریشانی میں گرفتار ہونا۔ روز کے چندوں سے تو ناک میں دم آگیا۔ اس مقدمے بازی سے تو ایسے ریوڑی کے پھیر میں آئے کہ اپنا ذاتی کاروبار سب بھول گئے۔

؎ کچھ میں ہی نہیں گردشِ افلاک میں آیا
وہ کون ہے جس کا نہیں دم ناک میں آیا

اے شکر لب تیرے تِل کو دیکھ کر میں کیا کہوں
آگیا بیٹھے بٹھائے ریوڑی کے پھیر میں

(۱۰) آمادہ ہونا۔ تیار ہونا۔ رونے پہ آجاؤں تو
دریا بہا دوں۔

معروف ؎

مجھ سوا (آجکل میرے سوا) اور کسو (آجکل کسی) کو نہ کرے قتل کبھی
ہیں تو جی جاؤں گر اس بات پہ قائل آوے

(۱۱) کپڑے یا جوتے وغیرہ کا ٹھیک بیٹھنا۔ یہ کوٹ تو میرے آگیا
یہ جوتا میرے پاؤں میں نہیں آتا۔

(۱۲) ذمے ہونا۔ میاں کچھ تمہارا دینا تو آتا نہیں ہے جو اتنے
لال پیلے ہوتے ہو۔

ذوق ؎

دل مانگنا مفت اور یہ پھر اس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمہارا نہیں آتا

(۱۳) آجانا بمعنے دھوکا کھانا۔ میں بوڑھا آدمی تمہاری باتوں میں آگیا
(از رقعات مرزا غالب)

اوڑھنا: جسم کو ڈھکنا۔ جیسے رزائی اوڑھ لو۔ لحاف کیوں نہیں
اوڑھتے جو سردی جائے۔ دشالہ اوڑھکر ضیافت میں جانا۔
مریض کو چادر اڑھا دو۔ واضح ہو کہ ٹوپی اوڑھنا صحیح محاورہ
نہیں ہے۔ ٹوپی پہننا بولنا چاہیئے۔ جیسے ٹوپی پہنکر استاد کے

سامنے جایا کرتے ہیں۔ اسی طرح لفظ کوٹ۔ پاجامہ۔ دھوتی۔ قمیص۔ کرتہ۔ تہمد۔ جوتے کے لئے پہننے کا لفظ مستعمل ہے لیکن تہمد اور دھوتی کے لئے مصدر باندھنا مخصوص ہے۔ جیسے کوٹ پہن کر گھر سے نکلنا۔ پاجامہ پہن کر محفل میں جایا کرتے ہیں۔ تہمد باندھے کیوں پھر رہے ہو۔ دھوتی باندھ لو کوئی آدمی تم سے ملنے آیا ہے۔ جوتا پہن لو۔

تنبیہ:۔ آج کل دہلی میں دھوتی یا تہمد پہن لو یا کر لو بھی بولتے ہیں۔

دوسرا باب

ب

باندھنا:۔ (۱) گانٹھ باندھنا۔ گرہ پڑو تسموں کی گانٹھ باندھ لو۔

(۲) گرہ میں باندھنا یعنی یاد رکھنا۔ آئندہ کے لئے یہ نصیحت گرہ میں باندھ لو۔

داغ ؎ جو سمجھے خضر تو قولِ شہیدِ الفت کو
گرہ میں باندھ رکھے عمرِ جاوداں کی طرح

(۳) لٹکانا۔ دروازے پہ پردہ باندھ دو۔

(۴) لپیٹنا۔ ریل کا وقت ہو گیا بستر ا باندھ لو۔

(۵) مقرر کرنا۔ کھیلنے کا وقت باندھ لو۔

(۶) شرط باندھنا. (یا بدنا) خیال باندھنا، منصوبہ باندھنا۔
(۷) تصوّر باندھنا۔

ناسخ ؎

باندھا رہے کمرِ یار کا خیال دلا
نہ مثلِ دُرِّ نجف ہو یہ بال بال جُدا

معروف ؎

ہتے ہیں شرط ہو جو کبھی گل کو التفات
جان اُس پہ اپنی بلبلِ شیدا ہزار دے

بہتیرے منصوبے باندھتے ہیں کوئی پورا تو ہوتا نہیں شرط باندھ لو یا بد لو۔ اگر تم امتحان میں پاس ہو جاؤ۔ یعنی میں شرط بدتا ہوں کہ تم پاس نہ ہوگے۔ خیال یا تصوّر باندھ لیجئے کہ آپ اپنے وطن میں اپنے ماں باپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔

(۸) پلّے تہمت یا بُرائی باندھنی۔ بچارے لڑکے نے بہتیری خیر خواہی کی لیکن آقا نے آخر کو اس کے پلّے تہمت یا بُرائی باندھی۔

(۹) گلے یا پلّے باندھنا۔ یعنے بیاہنا یا نکاح کرنا۔ جو لڑکی ماں باپ نے میرے پلّے یا گلے باندھ دی ہے اُس کے ساتھ نباہنا ہوگا۔

(۱۰) جادو کے ذریعے سے کسی چیز کا اثر کھو دینا۔ جیسے کسی نے کڑاہی کو باندھ دیا۔ یعنے جادو کے عمل سے کڑاہی کی گرمائی کو زائل کر دیا اور اس وجہ سے کوئی چیز اُس میں سک نہیں سکتی۔ چور نے اپنی

تلوار سے مجھ پر کئی وار کئے لیکن میں نے پہلے ہی تلوار کی دھار کو باندھ دیا تھا اس وجہ سے کچھ اثر نہ ہوا۔

(۱۱) تیز کرنا۔ اُسترے کی دھار باندھ لو ورنہ بیکار ہو جائے گا۔

(۱۲) ہاتھ باندھنا یا جوڑنا صف باندھنا۔ وزیر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ غازیوں نے صف باندھ لی۔

(۱۳) بنانا۔ جیسے لڈو باندھنا۔ دونوں ہاتھوں سے لڈو باندھو۔

(۱۴) مضمون باندھنا۔ غالب نے تمام شاعروں سے نرالے مضمون باندھے ہیں۔

ناسخ سے

باندھے ہے کاکل پیچاں کے جو اکثر مضمون
اس لئے رکھتے ہیں معنی مرے اشعار کے پیچ

(۱۵) ٹکٹکی باندھنا یعنے گھورنا۔ یا غور سے دیکھنا۔ تمہارے بھائی نے مجھ پر ٹکٹکی باندھ رکھی ہے۔

معروف سے

ٹکٹکی باندھی اُدھر ہم نے تو دکھلا کر ہمیں
ہاتھ سے اُس نے گلِ نرگس کو مَل کر رکھ دیا

(۱۶) ہمت باندھنا۔ ہمت باندھو تو ضرور کامیابی ہوگی۔

(۱۷) تار باندھنا یعنی سلسلہ قائم کرنا۔ جیسے تم نے تو تقاضوں کا تار باندھ دیا۔

(۱۸) سیدھ باندھنا۔ نشانہ باندھنا۔ سیدھ باندھے چلے جاؤ۔

قاضی صاحب کے گھر پہنچ جاؤ گے۔ پہلے نشانہ باندھ لو پھر
بندوق چھوڑنا۔

(۱۹) ٹکٹکی سے باندھنا۔ یعنی تپائی سے باندھ کر بید مارنا۔

(۲۰) مشکیں باندھنا۔ یا کسنا۔ جیسے چور کی مشکیں باندھ لو۔

ذوقؔ ؎ خطا توول کی تھی قابل بہت ہی مار کھانے کے
تری زلفوں نے مشکیں باندھ کر مارا تو کیا مارا

ناسخؔ ؎ گنہگار اب جو میرا بال بال آیا نظر ناسخ
وہ اپنی کاکل مشکیں سے مشکیں میری کستا ہے

(۲۱) دھیان بندھنا۔ خیال بندھنا۔ یعنی تصور ہونا۔ مجھ کو یہی دھیان بندھ گیا کہ گھر میں چور ہے۔

جرأتؔ ؎ سارے عالم ہی سے بیزار وہ کچھ بیٹھا ہے
آج جرأت کو خدا جانے یہ کیا دھیان بندھا

(۲۲) ہوا باندھنا۔ یعنی رعب بٹھانا یا دھاک جمانا۔

غالبؔ ؎ تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں
ہم بھی مضموں کی ہوا باندھتے ہیں

بُجھنا: (۱) آگ یا پیاس بجھنی۔ آندھی چل رہی ہے آگ بجھا دو۔
بُجھانا دن نکل آیا۔ چراغ بجھا دو (یا گل کر دو) سونف کے عرق سے پیاس نہیں بجھتی۔

(۲) دل کا غمگین ہونا۔ پست ہمت ہونا۔ متواتر ناکامیابیوں سے دل بجھ گیا۔

میر تقی ؎ شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

(۳) اثر ہونا۔ زہر کا بجھا ہوا خنجر آدمی کو فوراً ہی ہلاک کر دیتا ہے۔

(۴) اینٹ یا لوہے وغیرہ کی کسی چیز کو پانی میں ڈالکر ٹھنڈا کرنا۔ لوہے کا بجھا ہوا پانی تلی کے لئے مفید ہے۔

(۵) نرم۔ یا ملائم کرنا۔ مدّعی کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا۔

بڑھنا۔ بڑھانا (۱) ہاتھ بڑھانا بمعنی دست درازی کرنی یا بیجا مداخلت کرنی۔ جاپان نے موقع دیکر چین پر ہاتھ بڑھایا (یا ڈالا) ہے۔

(۲) دل بڑھانا یہمت بڑھانی۔ کوتوال کو دیکھ کر میری ہمت بڑھ گئی۔ انعام ملنے سے لڑکے کا دل بڑھ جاتا ہے۔

ذوقؔ ؎

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

؎ وہ بُتِ ترسا جو آیا دل ہمارا بڑھ گیا
گھٹ گیا ایمان کعبے سے کلیسا بڑھ گیا

(۳) پتنگ کو اونچا کرنا۔ ذرا بڑھا کر پیچ لڑاؤ۔
(۴) دُوکان بڑھانا۔ بیچنے بند کرنا۔ صرّاف نے سر شام سے ہی دُوکان بڑھا دی۔
(۵) چراغ بڑھانا یعنی بجھانا۔ دن نکل آیا۔ چراغ بڑھا دو۔

ناسخ ؎

کیا صبا لائی ہے مژدہ آمد محبوب کا
ناگہاں میرا چراغ داغ ہجراں بڑھ گیا

بگڑنا۔ (۱) خراب ہونا۔ وکیل کی غفلت سے مقدمہ بگڑ گیا۔
بگاڑنا۔ (۲) بدچلن ہونا۔ دیوان صاحب کا لڑکا بگڑ گیا۔
(۳) ضائع ہونا۔ مقدمے بازی میں ہزارہا روپیہ بگڑ گیا۔
(۴) بد ذائقہ ہونا۔ قلیہ بگڑ گیا۔
(۵) باغی ہونا۔ سپہ سالار سے فوج بگڑ گئی۔
(۶) نقصان ہونا۔ تم ہی بدنام ہوئے میرا کیا بگڑ گیا۔ تمہارا جی چاہے سو کرو۔ میرا تو تم کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔
(۷) ناراض ہونا۔ خفا ہونا۔ میاں میں نے تمہارا نام بھی لیا ہے خواہ مخواہ بگڑتے ہو۔ داغ دہلوی ؎

جان جاتی ہے اور بھی اُن پر ٭ جوں جوں بن بن کے وہ بگڑتے ہیں
بوسہ مانگا تو بگڑ کر بولے ٭ مُنہ تو اپنا ذرا بنوا لیجئے گا

(۸) رنجش یا کدورت ہونی۔ ذرا سی بات پر میری اُن سے بگڑ گئی۔

سوداؔ ؎

اے دل یہ کس سے بگڑی کہ آتی ہے فوجِ اشک
لختِ جگر کی لاش کو آگے دھرے ہوئے

(۹) گھر بگڑنا۔ یعنے بیوی کا مرنا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے کا تو پہلے ہی گھر بگڑ چکا ہے۔

بننا۔ بنجانا۔ (۱) تیار ہونا۔ دو مہینے میں مکان بن جائے گا۔
بنوانا۔ بنانا۔ (۲) ہوسکنا۔ جس طرح بنے اُس سے راضی نامہ کرلو۔
(۳) مصیبت آنی۔ آپ کو کیا معلوم مجھ پہ کیا بن رہی ہے۔

؎ جدائی میں تیری اے ستمگر کہوں میں کیا مجھ پہ کیا بنی ہے
جگر خراشی ہے سینہ کادی ہے بیقراری ہے جاں کنی ہے

(۴) سلامت رہنا۔ میرے داتا بنے رہو۔
(۵) کامیابی ہونا۔ بہتیرا سر مارا کچھ کام نہ بنا۔
(۶) گوشت یا ترکاری کو صاف کرنا۔ سیر بھر گردن کا گوشت بنا دو۔
(۷) دولتمند ہو جانا۔ سینکڑوں آدمی روئی کی تجارت سے بن گئے۔
(۸) موافقت ہونا۔ میری تو اُن سے بنتی نہیں۔
(۹) آراستہ ہونا۔ دُلہن بنی سنوری بیٹھی ہے۔
(۱۰) اعلیٰ درجہ پر پہنچنا۔ میرا رُخ بن گیا۔ تمہارا فرزیں بن گیا۔

(۱۱) حاصل کرنا۔ تم نے تو پانچ روپے بنا ہی لئے۔
(۱۲) منھ بنالینا۔ بمعنی ناراض ہو جانا۔

داغ سے

جب وہ سنتے ہیں بنا لیتے ہیں منھ
ہل گیا کیا زہر میرے نام میں

(۱۳) کسی کی ہنسی اڑانی۔ وہ سیدھا آدمی ہے اُسے کیوں بناتے ہو۔
(۱۴) بہانا کرنا۔ تمہیں معلوم تو سب کچھ ہے یوں ہی بنتے ہو۔
(۱۵) بات بننا۔ بمعنے کامیابی ہونی۔ بہت کوشش کی لیکن بات نہ بنی۔
(۱۶) بات بنانا۔ بمعنے حیلہ کرنا۔ یا جھوٹ بولنا۔ تمہارا کچھ حرج تو ہے نہیں خواہ مخواہ بات بناتے ہو۔

غالب سے

نکتہ چیں ہے غمِ دل اُس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

(۱۷) بن بن کر بگڑنا۔ بمعنی کسی کام میں کامیابی ہو کر ناکامیابی ہونی۔

مصحفی سے

اے مصحفی میں روؤں کیا اگلی صحبتوں کو
بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں

(۱۸) بن بن کے بگڑنا۔ بمعنی دیدہ و دانستہ ناراض ہونا۔

داغ دہلوی سے

جان جاتی ہے اور بھی اُن پر
جوں جوں بن بن کے وہ بگڑتے ہیں

(۱۹) بن آنا۔ یا بن پڑنا۔ بمعنے مُراد حاصل ہونی۔

مومن سے

سُنا ہم نے کہ اُس نے زُلف وا کی
اگر سچ ہے تو بن آئی صبا کی

بہتیرے ہاتھ پاؤں پیٹتے ہیں کچھ بن نہیں پڑتی۔ یعنی بہت کچھ کوشش کرتے ہیں کچھ کامیابی نہیں ہوتی۔ تم کہتے ہو کہ ہیں کسی کی خوشامد نہیں کرتا سچ ہے میاں بن آئے کی بات ہے یعنے تمہارے لئے یہ بات ممکن ہے۔

(۲۰) حجامت بنا۔ بمعنے لُٹنا۔ یا ٹھگا یا جانا۔ دھوکا کھانا۔ جیسے صرّاف کو کوئی پیتل کی اشرفی دے گیا۔ بیٹھے بٹھائے بیچارے کی حجامت بن گئی۔

سے

ہر کسی کا مونڈتے تھے سر میاں حجّام جی
شوخ کے کوچے میں اُن کی بھی حجامت بن گئی

(۲۱) مُنہ بنوانا۔ یعنی کسی کام کے لائق ہونا۔ جیسے ترقی کے لئے تو مُنہ بنوالو۔ یعنی ترقی کی اُمید نہ رکھو۔

تسلیم ؎ پہلے اے غنچۂ گل منہ تو ذرا بنوا لے
کیجیو پھر دہنِ یار سے نسبت پیدا

بھرنا: (۱) لبریز ہونا۔ مٹکا بھر گیا۔ ابھی مشک نہیں بھری۔
(۲) آلودہ ہونا۔ سننا۔ اندھیرا ہو رہا ہے۔ کیچڑ میں پاؤں بھر گیا۔
(۳) زخم کا انگور بندھنا۔

غالب ؎
دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا

(۴) جرمانہ ادا کرنا۔ قصور کیا تم نے، مجھے جرمانہ بھرنا پڑا۔
(۵) چیچک کا پوری طرح نکل آنا۔ ابھی چیچک بھری نہیں۔
(۶) مکان میں کرایہ دار کا آباد ہونا۔ تین سال بعد اب مکان بھرا ہے۔
(۷) اسامی پر تقرری ہونی۔ تین اسامی تو بھر گئیں ابھی دو خالی ہیں۔
(۸) رونی صورت بنانا۔ غصّے میں ہونا۔ جیسے اُس سے نہ بولنا بھرا بیٹھا ہے۔

غالب ؎
بیٹھے بھرے ہوئے ہیں خُمِ مے کی طرح ہم

پر کیا کریں کہ مُہر ہے لب پر لگی ہوئی

(۹) مُوٹا ہونا۔ ابھی تو تم دُبلے ہو لیکن جوانی میں تمہارا بدن بھر جائے گا۔

(۱۰) میلہ بھرنا۔ بمعنے میلے میں بھیڑ بھاڑ بارونق ہونی۔ اِس سال قطب صاحب کا میلہ کچھ بھرا نہیں۔

(۱۱) بُھگتنا برداشت کرنا۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

(۱۲) بہکانا۔ دیوان صاحب کو اُس نے میری طرف سے کچھ ایسا بھر دیا کہ مجھ سے بات ہی نہیں کرتے۔

(۱۳) توپ یا بندوق بھرنی۔ رات کا موقع ہے بندوق بھر لو۔

(۱۴) مالامال کرنا۔ عزیز نے اپنے رشتہ داروں کو خوب بھرا۔ خُدا بھی بھرے کو بھرے ہے۔

(۱۵) چُوکی بھرنی۔ بمعنے نیاز دلوانی عہد پورا کرنا۔

نکہت

گر تری محفلِ عشرت میں گُزرتا عاشق
چوکیاں جا کے نہ درگاہوں میں بھرتا عاشق

(۱۶) رنگ بھرنا۔ بمعنی نقاشی کرنی۔

مومن

دمبدم رنگِ تغیّر مرا حیران یوں ہے
رنگ کیا پھر مری تصویر میں بہزاد بھرے

(۱۷) ٹانکا بھرنا۔ بمعنی سینا۔ ابھی تو اُسے ٹانکا بھرنا بھی نہیں آتا۔

(۱۸) پیٹ بھرنا۔ یا پالنا بمعنے گزارہ کرنا۔ جیسے جو کچھ دونوں نوجوان کماتے تھے اس سے سارا کنبہ پیٹ پالتا تھا یا بھرتا تھا۔

(۱۹) جی یا دل بھر آنا۔ بمعنی غمگین ہونا یا آنکھوں میں آنسو بھر آنے۔ شاہزادے کی مصیبتوں کا حال سنکر بادشاہ کا جی یا دل بھر آیا۔

ناسخ ؎

خوں فشاں رہتی ہیں آنکھیں ہو چکی جب سے شراب
کیوں نہ بھر آئے مرا دل شیشہ خالی ہو گیا

(۲۰) پانی بھرنا۔ بمعنے شرمندہ ہونا۔ حقیر ہونا۔ تمہاری چادر کے آگے تو دوشالہ بھی پانی بھرتا ہے۔ یعنے بے وقعت ہے۔

معروف ؎

غلط ہے دیدۂ تر سے جو ہمچشمی کرے شبنم
مرا رونا اگر دیکھے تو پھر پانی بھرے شبنم

امیر خسرو ؎

پانی بھرے ہے یار دیاں قرمزی دوشالا
لنگی کی سج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا

(۲۱) آنکھیں بھر آنا یا بھر لانا۔ بمعنے رونے لگنا۔ یا آنکھوں میں آنسو بھر آنے۔ باپ سے جدا ہوتے وقت لڑکے کی آنکھیں بھر آئیں بھائی کو قریب المرگ دیکھکر وہ آنکھیں بھر لایا۔

غافل ؎

دورِ مستاں کو جو میں یاد کروں اے ساقی،
وہیں بھر آئیں مری صورتِ ساغر آنکھیں

(۲۲) کان بھرنا۔ بمعنے کسی کے دل میں کسی کی طرف سے بدگمانی پیدا کرنی۔ جیسے بھائی صاحب کے اُن کی بیوی نے پہلے ہی کان بھر دیئے ہیں۔ اب کیا وہ میری سُنتے ہیں۔

ظفر ؎

مرا افسانۂ غم گوشِ دل سے وہ سُنے کیونکر
بھرے ہیں کان اُس کانِ ملاحت کے رقیبوں نے

(۲۳) دم بھرنا۔ بمعنے سانس چڑھنا۔ زور کرتے کرتے دم بھر گیا۔ دم بھرنا بمعنی محبّت یا ہمدردی کرنی۔ نوکر تو اپنے آقا کا دم بھرتا ہے۔

آتش ؎

یہ سودائے شہادت ہے ہمارے سر کو اے قاتل
تری تلوار کا دم بھرتی ہے جو رگ ہے گردن میں

(۲۴) ٹھیکا بھرنا۔ گھوڑے کا یکایک اُچھلنا۔ میرا گھوڑا خاصہ قدم چل رہا تھا کہ ایک دفعہ ہی ایسا ٹھیکا بھرا کہ میں گرتے گرتے بچ گیا۔ (اہلِ لکھنؤ کا محاورہ ہے)

بیٹھنا۔ بیٹھ جانا۔ (۱) تخت پر بیٹھنا بمعنی پہلے بادشاہ کا جانشین ہونا۔

جیسے شاہجہاں کے بعد اس کا بیٹا عالمگیر تخت پر بیٹھا۔

(۲) چاول یا پلاؤ کا بیٹھ جانا۔ یعنی گلتھی ہو جانا یا کھلے ہوئے نہ رہنا۔ یخنی کم ہونے کی وجہ سے پلاؤ بیٹھ گیا۔

(۳) اندر گڑھ جانا۔ یا پچک جانا۔ بارش کی وجہ سے قبر بیٹھ گئی۔ بہت سے مکان زلزلے سے بیٹھ گئے۔ (یعنے گر گئے)

(۴) نرم ہو جانا۔ گرمی کی وجہ سے گڑ بیٹھ گیا یعنی پگھل گیا۔

(۵) دھرنا دینا۔ یعنی کسی جگہ جم کر بیٹھ جانا۔ ؎

ہم تو بیٹھے ہیں ترے در ہی پہ آسن مارے
خواہ تو قتل کرے خواہ تو گردن مارے

ع :- حضرت ذوق جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

(۶) دوالہ نکل جانا۔ سیٹھ جی کپڑے کی تجارت میں بیٹھ گئے۔

(۷) کسی صدمے سے یا غم سے دل کا نہایت کمزور ہو جانا۔ فکر کے مارے تو میرا دل یا جی بیٹھا جاتا ہے۔ انگریزی میں ہارٹ فیل کہتے ہیں۔

غالب ؎
اُس کی بزم آرائیاں سُن کر دلِ رنجور یہاں
مثلِ نقشِ مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے

(۸) سوار ہونا۔ تمہیں گھوڑے پر بیٹھنا نہیں آتا۔

(۹) کسی کے گھر میں بیٹھ جانا۔ یعنی نکاح یا شادی کر الینی۔ بیوہ اپنے دیور کے گھر میں بیٹھ گئی۔ زہرہ طوائف مرزا صاحب کے

گھر میں بیٹھ گئی۔

واضح ہو کہ اس محاورے میں "گھر میں" کا لفظ محذوف بھی ہو جاتا ہے۔

(۱۰) حاصل ہونا۔ وصول ہونا۔ جے پور کی تول من کا سوا من بیٹھتا ہے۔

(۱۱) لاگت آنی۔ اس مکان کی تعمیر میں کیا بیٹھا۔ یعنی کتنی لاگت آئی۔

(۱۲) داخل ہونا بھرتی ہونا۔ ابھی تو میرا لڑکا مدرسے میں نہیں بیٹھا۔

(۱۳) لگنا۔ ارجن کا تیر نشانے پر بیٹھ گیا۔

(۱۴) چُپ رہنا۔ میاں بیٹھو بھی خواہ مخواہ باتیں بناتے ہو۔

(۱۵) شطرنج کی اصطلاح میں کسی مُہرے کو بیٹھنا بمعنے مُہرے کا اُس خانے میں رکھنا۔ آپ رُخ کو کہاں بٹھتے ہیں۔

(۱۶) پہرا بیٹھنا۔ بمعنے حراست میں ہونا۔ جیسے اُس کے مکان پر پہرا بیٹھا ہوا ہے۔ یعنی کسی الزام میں اس کا مکان پولیس کی زیر نگرانی ہے۔

(۱۷) جُوت پڑنا یا لگنا۔ بمعنی لعنت ملامت کی جانی۔ جیسے اُس نے حاکم سے میری شکایت تو کی تھی لیکن اُلٹا اس کے ہی جُوت پڑا۔

(۱۸) چوکی بٹھانی۔ بمعنی حراست میں لینا یا جادو کرنا۔

بُراَت سے

یاں سے جاتے ہو جو گھر کو تو دِرِ دل پہ مرے
ایک بیتابی کی چوکی کو بٹھا جاتے ہو

بیٹھ رہنا۔ ہمت ہارنی۔ کوشش چھوڑنی۔ امتحان میں اس سال ناکامیاب ہو کر بہت سے لڑکے بیٹھ رہتے۔

ذوق ؎

بیٹھ رہیئے تو قصور اٹھتے نہیں آرام کی جا
پر ہے بے چین ہمیں شوق رہائی کرتا

بیٹھے رہو۔ باز آؤ۔ اپنا کام کرو۔ بیٹھے رہو میں کیا تمہاری دھمکیوں میں آیا جاتا ہوں۔ ؎

تلوار کو جو کھینچ دکھاتے ہو بانکپن
بیٹھے رہو میں ایسی اداؤں سے ڈر چکا

تیسرا باب

پ

پڑنا۔ (۱) مجبور ہونا۔ جیسے تم کو ہر روز عدالت میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔

(۲) نازل ہونا۔ تم پر کیا مصیبت پڑی جو مارے مارے پھرتے ہو۔

(۳) بیمار ہونا۔ وہ تو سال بھر سے پڑا ہوا ہے۔

(۴) فکر ہونا۔ خیال ہونا۔ لڑائی میں ہر ایک کو اپنی جان کی پڑتی ہے۔

(۵) مداخلت کرنی۔ تم خواہ مخواہ ان کے جھگڑے میں پڑتے ہو۔
(۶) باقی ہونا۔ ابھی بہت کام پڑا ہے۔
(۷) پانی پڑنا۔ یعنے مینہ برسنا۔ رات کو خوب پانی پڑا۔
(۸) گزارہ کرنا۔ وہ تو خیرات کی روٹیوں پہ پڑا ہے۔
(۹) لالے پڑنا۔ یعنے کسی چیز کا خطرے میں ہونا۔ ملازمت کا کیا کہنا۔ اب تو اس کی جان کے لالے پڑے ہیں۔

آتش ؎

کچھ اور لب یار کی تعریف کروں کیا
وہ لعل کہ دیکھے سے پڑیں جان کے لالے

نظیر ؎

کسی کا تو کچھ بھی نہ جاوے گا لیکن
پڑیں گے مجھے اپنے جینے کے لالے

(۱۰) چین پڑنا۔ کل پڑنی۔ ٹھنڈک پڑنی۔ یعنی اطمینان ہونا۔ تسلّی ہونی۔ میر لقمان کرائے تم کو چین پڑا۔ یا تمہارے ٹھنڈک پڑی۔ آج تو درد کے مارے کل نہیں پڑتی یعنی درد کی وجہ سے بے قرار ہوں۔

ظفر ؎

پھر آجکل کا ہوا وعدہ دیکھئے کب تک
بغیر ان کے ظفر ہم کو کل پڑے کیونکر

ذوق ؎

کل اُس سے ہم نے ترکِ مُلاقات کی تو کیا
پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

(۱۱) پلّے پڑنا۔ بمعنے حاصل ہونا۔ یا ہاتھ لگنا۔ محنت تو بہتیری کر رہے ہیں دیکھئے کیا پلّے پڑتا ہے۔
پلّے پڑنا۔ بمعنی بیاہا جانا۔ یا نکاح میں آنا۔ کیا بتاؤں ایسی عورت پلّے پڑی ہے کہ ناک میں دم آرہا ہے۔
(۱۲) پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑنا۔ یعنی کسی کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرنی۔ جیسے وہ تو خواہ مخواہ پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔
(۱۳) پورا پڑنا۔ بمعنے کافی ہونا۔ جیسے اتنی تنخواہ میں تو میرا پورا نہیں پڑے گا۔
(۱۴) ڈاکا پڑنا۔ آج تو سرکاری ڈاکخانے میں ڈاکا پڑ گیا۔
(۱۵) یکایک واقع ہونا۔ جیسے چور بول پڑا کہ میں گنہگار ہوں۔

پکڑنا۔ (۱) گرفتار کرنا قید کرنا۔ آج دو ڈاکو پکڑے گئے۔
(۲) اعتراض کرنا۔ اپنی بُرائی کرتے مجھے دیکھو تو پکڑ لینا۔
(۳) روکنا۔ مارتے کا ہاتھ پکڑا جاتا ہے۔ کہتے کی زبان نہیں پکڑی جاتی۔
(۴) پتہ لگانا۔ آج باورچی کی چوری پکڑی گئی۔

(۵) پورا کرنا۔ انجام کو پہنچانا۔ شاید مریض رات بھی نہیں پکڑے گا۔
یعنی رات ختم ہونے سے پہلے ہی مر جائے گا۔
(۶) جا پہنچنا۔ موٹر نے ریل کو جا پکڑا۔
(۷) خراش پیدا کرنی۔ یہ اچار تو گلا پکڑتا ہے۔
(۸) غلبہ کرنا۔ دو برس سے مجھے گٹھیا نے پکڑ رکھا ہے۔
(۹) جمنا۔ یہ کپڑا رنگ نہیں پکڑتا یعنے اس پر رنگ نہیں جمتا۔
(۱۰) ہاتھ پکڑنا۔ یعنے دست گیری یا مدد کرنی۔

حالیؔ سہ

طفیل اُس کا اور اُس کی عزت کا یارب
پکڑ جلد ہاتھ اس کی امت کا یارب

(۱۱) پورا ہاتھ پڑنا۔ یعنے کاری ضرب لگنی جیسے تلوار کا پورا ہاتھ
نہیں پڑا ورنہ شیر کا وہیں خاتمہ ہو جاتا۔

داغؔ سہ

دوسرا پورا پڑا قاتل کا ہاتھ
سخت جانی کا مزا جاتا رہا

پُھولنا:- (۱) کھلنا۔ موسم بسنت میں سرسوں خوب
پُھولتی ہے۔
(۲) اترانا۔ شیخی مارنا۔ اپنی کامیابی پر اتنے نہ پُھولو۔

شعر
چار دن اور بھی گلشن میں ہے پھولوں کی بہار
دیکھ بلبل نہ بہت پیچھے تو مارے کے پھول

(۳) موٹا ہونا۔ کس چکی کا پسا کھاتے ہو جو اتنے پھول گئے۔

ظفر شعر
اے نشاط افزائے گلشن دیکھ کر غنچہ تجھے
اس قدر پھولا کہ تنگی سے قبا میں پھنس گیا

(۴) پھولا نہ سمانا۔ بمعنی نہایت خوش ہونا۔ نوشہ خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا۔

(۵) پھولنا پھلنا۔ بمعنی اقبالمند ہونا۔ یا بامُراد ہونا۔ جو اوروں کا بُرا چاہتے ہیں وہ خود بھی کبھی پھولتے پھلتے نہیں۔ شعر
وہ جو ظالم ہیں کبھی وہ پھولتے پھلتے نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھی شمشیر کا

(۶) پیٹ پھولنا۔ بمعنی بیقرار ہونا۔ جیسے فرنی پلاؤ کی خوشبو سے اس کا پیٹ پھول رہا ہے۔ یعنی وہ کھانے کے لئے بے قرار ہو رہا ہے۔

پھرنا۔ (۱) گھومنا۔ چکر لگانا۔ لڑکو کہاں پھر رہے ہو اپنا سبق یاد کرو۔
پھیرنا۔ (۲) لوٹنا۔ واپس آنا۔ دیکھئے قاصد کیا جواب لیکر پھرتا ہے۔
(۳) خریدی ہوئی چیز کو واپس کرنا۔ جو مال ایک دفعہ خرید لیا وہ پھر نہیں سکتا یا نہیں پھیرا جائے گا۔

داغ ؔ

جانچ لو ہاتھ میں پہلے دلِ شیدا لیکر
نہیں پھرنے کا مری جان یہ سودا لیکر

(۴) ٹہلنا۔ شام کو کھانا کھا کے ذرا پھر آیا کرو۔
(۵) ٹیڑھا ہونا۔ ایسا چانٹا لگاؤں گا کہ منھ پھر جائے گا۔
(۶) سرکشی کرنی۔ سنتے ہیں سپہ سالار سے فوج پھر گئی۔
(۷) مکرنا۔ انکار کرنا۔ اپنے وعدے سے نہ پھرو۔
(۸) طبیعت سیر ہو جانی۔ دُنیا کے سیر تماشوں سے تو اب
دل پھر گیا۔ یا بھر گیا۔
(۹) مشہور ہونا۔ منادی ہونی۔ کیا تمہاری دُہائی پھرتی ہے جو
تم سے ڈر جاؤں۔

رنگینؔ

بولنے کی شہر میں ہم سے دُہائی پھر گئی
تیرے پھر جاتے ہی بس ساری خدائی پھر گئی

(۱۰) ہگنا۔ بچے نے پاخانہ پھر دیا۔ پاخانہ پھر آؤ پھر باتیں کریں گے۔
(۱۱) چھو کر حرکت دینا۔ کتے پہ ہاتھ نہ پھیرو کہیں کاٹ نہ کھائے۔
(۱۲) گھوڑا پھیرنا۔ یعنی گھوڑے کو ٹہلانا یا سدھانا۔ چابک سوار
نے کئی دن سے گھوڑا نہیں پھیرا۔

امیر خسرو:- گھوڑا اڑا کیوں پان سڑا کیوں۔ پھرا نہ تھا۔
(۱۳) رُخ بدلنا چراغ کو میری طرف پھیر دو تاکہ خط پڑھ کر سنا دوں۔
(۱۴) رنگ پھیرنا سفیدی پھیرنی۔ طاق پہ نیلا رنگ پھیر دو۔ اس دیوار پر ابھی سفیدی نہیں پھری۔

داغ ؎

آمد آمد ہے آج کس کی داغ
یہ سفیدی جو گھر میں پھرتی ہے

(۱۵) جھاڑو پھیرنا (یا دینا) صفائی کرنی۔ سب کچھ چرا کر یا لوٹ کر لے جانا۔ جیسے کل رات کو چوروں نے اس کے گھر میں جھاڑو پھیر دی (یا دے دی) یعنی سب کچھ چرا کر لے گئے۔ کوئی چیز نہ چھوڑی۔

صبا ؎ آتے ہی بادِ خزاں نے ایسی جھاڑو پھیر دی
جائے گل پتّا چمن میں باغباں رکھا نہیں

(۱۶) ناراض کر دینا۔ بہکا دینا۔ کسی نے ایسا ہماری طرف سے ان کو پھیر دیا ہے کہ بات ہی نہیں کرتے۔
(۱۷) سبق کو دوہرانا۔ جیسے جو کچھ ہفتہ بھر میں پڑھو اس کو جمعہ کے دن پھیر لیا کرو۔
(۱۸) مالا جپنی۔ ابھی تو پنڈت جی مالا پھیر رہے ہیں۔
پہننا:- یہ مصدر اکثر پوشاک کے کپڑوں زیور یا جوتے موزے

وغیرہ کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ہار پہن لو۔ ٹوپی پہن لو۔ ٹوپی اوڑھ لو کہنا غلط ہے۔

چوتھا باب

ت

توڑنا۔ (۱) جُدا کرنا۔ علیحدہ کرنا۔ درخت میں سے چار بڑے بڑے آم توڑ لو۔

(۲) ہل جوتنا۔ کسان پہلے زمین کو توڑتے ہیں۔ پھر بیج ڈالتے ہیں۔

(۳) گھٹانا۔ کم کرنا۔ دولاؤ چلا کر کنویں کا پانی توڑنا چاہیئے۔

(۴) نہر کی ڈول توڑ کر پانی لینا۔ کسانوں نے چالاکی سے پانی توڑ لیا۔

(۵) دُور کرنا۔ رفع کرنا۔ بڑی مشکل سے اُس کا کُفر توڑا یعنی کفر مٹایا۔

مومن ؎

لائے اُس بُت کو التجا کرکے،
کفر توڑا خدا خدا کرکے

(۶) قطع تعلق کرنا۔ جیسے سب توڑیں میرا خدا مجھ سے نہ توڑے۔

انشاؔ

تجھ سے میں اک بار توڑوں کس طرح
میں قدم تیرے یہ چھوڑوں کس طرح

(۷) موقوف کرنا۔ سرکار نے گبرائی کا محکمہ توڑ دیا۔
(۸) فتح کرنا۔ جیتنا۔ اورنگ زیب نے گولکنڈے کا قلعہ توڑ دیا۔
(۹) بہکانا۔ اپنا بنا لینا۔ مدعی نے ہمارے دو گواہ توڑ لئے۔

رنگینؔ

راہ دیں سے اس نے ہے توڑا تجھے
اشرفی کا کب دیا توڑا تجھے

(۱۰) روپیہ بھنانا۔ روپیہ توڑ کر یا تڑا کر تانگے والے کو پیسے دے دو۔
واضح ہو کہ "روپیہ توڑنا یا تڑانا" صحیح ہے۔ لیکن "روپیہ بھنانا" فصیح ہے۔
(۱۱) ذلت کے ساتھ مفت کھانا۔ چار مہینے سے بیٹھے سسرال کی روٹیاں توڑ رہے ہو۔
(۱۲) طاقت کم کرنی۔ بیماری کے بخار نے ایسا توڑ دیا کہ اُٹھا ہی نہیں جاتا۔
(۱۳) ہمت توڑنی۔ یعنی پست کرنی۔ امتحان کی دقتیں بیان کر کے اُس کی ہمت نہ توڑو۔
(۱۴) بنانا۔ گھر کی عورتیں بڑیاں توڑ رہی ہیں یا سوئیاں توڑ رہی ہیں۔ یا سوئیاں بٹ رہی ہیں۔

(۱۵) توڑ جوڑ بمعنے تدبیر یا چالبازی۔ مُلزم بھی توڑ جوڑ کر رہا ہے۔

نگہت ؎

ہم سے توڑی رقیب سے جوڑی
واہ اس توڑ جوڑ کے صدقے

انشا ؎

جوڑی جو اُس نے تجھ سے تو توڑی رقیب سے
انشا تو اپنے یار کے یہ جوڑ توڑ دیکھ

انشا کے اس شعر میں ایک بات غور کے قابل یہ ہے کہ "یار کے توڑ جوڑ" کہا ہے۔ "یار کا توڑ جوڑ" نہیں کہا یعنے لفظ "توڑ جوڑ" کو بطور جمع استعمال کیا ہے۔

میر حسن ؎

جو دیکھا چھپے تو لیا مُنہ کو موڑ
اسی طرح کرتی رہی جوڑ توڑ

(۱۶) توڑ کرنا یعنی کسی کے حملے یا داؤ کا جواب دینا۔ جیسے انہوں نے تو مجھ پہ نالش کی ہی ہے لیکن میں بھی ایسا توڑ کروں گا کہ مزا چکھا دوں گا۔

آتش ؎

اے دلِ صد چاک اُلجھ کر زندگی سے ہو نہ تنگ
پیچ کا اُن گیسوؤں سے شانہ بن کر توڑ کر

(۱۷) ٹانگیں توڑنا یعنی چکر لگانا۔ پھرنا۔ یا گھومنا۔ جیسے بہتیری

ٹانگیں توڑیں پر شیخ جی کے مکان کا پتہ لگا نہیں۔

(۱۸) ٹانگ توڑنا یعنی کسی زبان میں بغیر استعداد ہوئے دخل دینا۔ جیسے کسی مدرسے میں تو تم نے انگریزی پڑھی نہیں خواہ مخواہ انگریزی کی ٹانگ توڑتے ہو۔

(۱۹) دل ٹوٹنا یعنے دل بیقرار ہونا۔ جیسے آپ سے جُدا ہونے میں دل ٹوٹتا ہے۔ مصرع

دل ٹوٹتا ہے سینے کے اندر تمام رات

(۲۰) دَم توڑنا یعنے سانس اُکھڑنا۔

اسیرؔ

ساربان ناقۂ لیلیٰ کو نہ دوڑا اتنا
تھک کے دَم قیسِ حزیں نے پسِ محمل توڑا

(۲۱) دم توڑنا یعنے مرنا۔

ناسخؔ

صبحِ شبِ وصال ہی دَم توڑتا ہوں میں
نالاں ہیں میرے غم میں مؤذّن اذاں نہیں

ٹپکنا:۔ (۱) پکے ہوئے پھل کا خود بخود زمین پر گرنا۔ جیسے دو چار آم تو خوب پک گئے ہیں۔ گھنٹے دو گھنٹے میں ٹپکنے والے ہیں اسی وجہ سے پکے ہوئے آم کو ٹپکا کہتے ہیں۔

آتش سے

مضموں کہوں آتش انہیں یا آم سمجھ لوں
ہاتھ آئے ہیں دو چار یہ تقدیر سے ٹپکے

(۲) ظاہر ہونا۔ معلوم ہونا جیسے اُس کی شکل و شباہت سے تو ٹپکتا ہے (یعنی معلوم ہوتا ہے) کہ وہ کہیں کا بادشاہ ہے۔

غالب سے

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانہ کی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا

(۳) کسی کی طرف میلان ہونا۔ جیسے جہاں کسی نے دو خوشامد کی باتیں بنائیں اور وہیں ٹپک پڑے۔

(۴) پھوڑے کا پک کر رِسنا۔ جیسے تمہارا پھوڑا ایک دو دن میں ٹپکنے والا ہی ہے۔

(۵) ٹپکا لگنا یعنے چھت یا کڑیوں میں سے مینھ کا پانی بوند بوند پڑنا جیسے رات بھر چھت میں ٹپکا لگا ہے۔

(۶) ٹپکا ٹپکی۔ یعنی بوندا باندی یا ترشح جیسے رات بھر ٹپکا ٹپکی رہی۔ ایک دو آدمی کا ہر روز مرنا جیسے ہیضہ سے ٹپکا ٹپکی تو ابھی چل ہی رہی ہے۔

ٹوٹنا:۔ (۱) خلاف ہونا۔ جیسے ہمارے دو گواہ ٹوٹ گئے۔

(۲) کم ہونا۔ گھٹنا۔ جیسے گرمی کی وجہ سے کنویں کا پانی ٹوٹ گیا۔
(۳) درد ہونا۔ جیسے آج تو بخار سے سارا بدن ٹوٹ رہا ہے۔
(۴) موت آنی۔ جیسے ٹوٹی کی بوٹی نہیں۔
(۵) باقی رہنا۔ بیس روپے آپ کے نام ٹوٹتے رہے۔
(۶) نازل ہونا۔ جوان لڑکا کیا مرا ہے اُس پر خدا کا قہر ٹوٹا ہے۔
(۷) ٹوٹ پڑنا۔ بمعنے یکایک حملہ کرنا۔ سنسان جنگل میں ڈاکو اس پہ ٹوٹ پڑے۔ ہجوم ہونا۔ آج تو حلوائیوں کی دُکان پر خریدار ٹوٹ پڑے۔
(۸) ٹوٹ ٹوٹ کر برسنا۔ یعنی مینہ کا موسلا دھار برسنا جیسے کل شام سے تو ایسا ٹوٹ ٹوٹ کے مینہ برس رہا ہے کہ چھاجوں پانی پڑ گیا۔
(۹) جُدا ہونا۔ اُکھڑنا۔

آتش سے

سیر گلشن میں اگر ٹوٹے ترا بندِ نقاب
رنگ اُڑے رخسارِ گل سے سرد بُستاں سرد ہو

(۱۰) ڈال کا ٹوٹا (صفت) بمعنے انوکھا۔ نادر۔ جیسے تم کہاں کے ہفت ہزاری ہو جو تمہاری بیٹی کو کوئی ڈال کا ٹوٹا ملے گا۔ یعنی نہایت لائق خاوند ملے گا۔
(۱۱) چرنا۔ پھٹنا۔ جیسے بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔

(۱۲) ٹوٹی بانہہ گلے میں پڑنا۔ یعنے کسی دوسرے کے اخراجات کا بار اُٹھانا۔ جیسے بھائی صاحب تو نوکری چھوڑ بیٹھے۔ اب ٹوٹی بانہہ میرے ہی گلے پڑے گی۔

ٹھُکنا۔ (۱) نقصان اُٹھانا۔ تمہارا کیا گیا مجھ پر تو سو روپے کی ٹھُکی۔
ٹھوکنا۔ (۲) پیٹنا۔ آج تو دو جیب کترے خوب ٹھُکے۔
(۳) شکنجہ یا کاٹھ میں دیا جانا۔ چوکیدار کو ذرا سے قصور پہ کاٹھ میں ٹھوک دیا۔
(۴) دائر ہونا۔ تحصیلدار صاحب کے خلاف کئی عرضیاں ٹھک چکی ہیں۔
(۵) مارنا۔ پیٹنا۔ محلے والوں نے چور کو خوب ٹھوکا۔
سودا

مسجد میں واعظوں کے تئیں لگ گئی ہے بڑ
زاہد نے ٹھوکا شیخ کو پگڑی اُتار کر

(۶) پیٹھ ٹھوکنا۔ یعنی شاباشی دینی۔ لڑکے کی پیٹھ ٹھوکتے رہوگے تو اس کی ہمت بندھی رہے گی۔
(۷) تالا لگانا۔ ہمارے باہر نکلتے ہی اس نے کمرے کا تالا ٹھوک دیا۔ تالا مارنا دہلی یا لکھنؤ کا محاورہ نہیں ہے۔
(۸) خم ٹھوکنا یعنی کُشتی لڑنے یا کُشتی کرنے کو تیار ہونا۔ وہ ذرا سی بات پر مجھ سے خم ٹھوک کر لڑنے کو تیار ہو گیا۔

(۹) بنگا ٹھوکنا۔ یعنی نیچا دکھانا۔ زک دینی۔ اُس نے مجھے گالی تو دی ہے پر میں بھی بنگا ٹھوک کے دکھا دوں گا۔

ٹھیرنا۔ یہ دونوں مصدر اکثر رُکنے اور روکنے کے معنوں میں استعمال
ٹھیرانا۔ ہوتے ہیں۔ لیکن ٹھیرنے اور رُکنے میں ذرا سا فرق ہے کسی خرابی یا خلل کی وجہ سے کوئی چیز رُکا کرتی ہے جیسے ایک پُرزہ بگڑ جانے سے انجن رُک گیا۔ بال کمانی ٹوٹ جانے کی وجہ سے گھڑی چلتے چلتے رُک گئی۔ (یا بند ہو گئی) اس لئے یہ کہنا کہ اس اسٹیشن پہ گاڑی رُکے گی۔ فصیح نہیں۔ بجائے "رُکے گی" "ٹھیرے گی" بولنا بہتر ہے۔ ہاں گاڑی کو روک لو یا ٹھیرا لو۔ دونوں طرح صحیح ہے۔ ان مصدروں کے دوسرے معنی مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) قرار پانا۔ ٹھیکیدار سے یہ ٹھیری ہے کہ دس روز میں کام ختم ہو جائے۔

مومن ؎ ٹھیری ہے کہ ٹھیرائیں گے زنجیر سے دل کو
پر ہم بھی زُلف کا سودا نہ کریں گے

(۲) ساکن ہونا۔ چین پڑنا۔ ؎
مَر کر بھی ہمارا دِل بے تاب نہ ٹھیرا
کُشتہ ہوا پر پھر بھی یہ سیماب نہ ٹھیرا

(۳) قیام کرنا۔ میں اپنے ماموں کے ہاں ٹھیرا ہوں۔
(۴) قیمت چکنی۔ تم خود ہی بتاؤ کہ اس مکان کا تم سے کیا ٹھیرا تھا۔
(۵) جمنا۔ قائم ہونا۔ ہرا روغن تو گاڑی پر ٹھیرتا نہیں۔

جانا۔ (۱) گذرنا۔ مصرع

دن جوانی کے گئے موسم پیری آیا

(۲) جدا ہونا۔ چمڑی جائے دمڑی نہ جائے۔
(۳) رفع ہونا۔ بیماری تو گئی ابھی کمزوری باقی ہے۔
(۴) مرنا۔ اس کے کئی بچے جا چکے ہیں۔
(۵) خیال کرنا۔ وہ تو احمق ہے۔ آپ اس کی باتوں پر کیوں جاتے ہیں۔
(۶) ضائع ہونا۔ مصرع

جان جائے گی ترے ہجر میں دیوانے کی

(۷) گرہ سے جانا۔ یعنی ذاتی نقصان ہونا۔ ؎

کیا لوگ خوشی کرتے ہیں یوں سالگرہ کی
ہر سالگرہ جاتا ہے اک سال گرہ کا

(۸) گھر جانا۔ یعنے گھر برباد ہونا۔ ؎

آپ تو کہتے ہیں ہم گھر جائیں گے گھر جائیں گے
آپ کا کیا جائے گا یاں سینکڑوں گھر جائیں گے

جاؤ بیٹھو۔ (۱) بمعنے اپنا کام کرو۔ چلتے بنو۔ جاؤ بیٹھو۔ جھوٹی باتیں نہ بناؤ۔ ؎

در در پہ دیکھ کے پھرتا مجھے کہتا ہے وہ شوخ
جاؤ بیٹھو اجی باتیں ہیں یہ گھر کھونے کی
غیر کو لطف سے فرماتے ہو آؤ بیٹھو!
دیکھ کر مجھ کو کھڑا کہتے ہو جاؤ بیٹھو

جانے دینا۔ (۱) درگذر کرنا۔ باز آنا۔ ارے بھائی جانے بھی دو بچّہ ہے کیوں اس کے مُنہ لگتے ہو۔ ؎

بدنام ہو گے جانے بھی دو امتحان کو
رکّھے گا کون عزیز بھلا تم سے جان کو

جُڑنا۔ (۱) میسر ہونا۔ اُسے روٹی کپڑا تو جُڑتا ہی نہیں۔ خواہ مخواہ کی شیخی مارتا ہے۔
جوڑنا۔

امانت ؎

زرا رنگ غیرت سے اُڑتا نہیں
تجھے کیا پڑی زاد جُڑتا نہیں

(۲) میلا جُڑنا بسنت کے دن جھنڈے والے کنویں پر میلا جُڑتا ہے۔
(اب صرف دیہات میں یہ محاورہ مُروّج ہے)

(۳) چپکنا چسپاں ہونا۔ کھلونے کا ٹوٹا ہوا ہاتھ جُڑا نہیں۔

(۴) گھوڑے یا بیل کا گاڑی میں لگنا۔ ذرا ٹھہریئے۔ گھوڑا گاڑی میں جُتْ جائے۔

(۵) روپیہ جمع کرنا۔ جوڑ جوڑ مر جائیں گے اور مال جنوائی کھائیں گے۔

(۶) اکٹھا کرنا۔ جب شادی ٹھیر جائے تو کُنبہ جوڑ کر بیٹھوں۔

(۷) بنانا۔ ہم نے ایک نئی پہیلی جوڑی ہے۔ جے پور کی عورتوں نے ایک گیت جوڑا ہے۔

(۸) میزان لگانا۔ جوڑ کر دیکھو کتنی رقم ہوتی ہے۔

(۹) میل جول پیدا کرنا۔

انشا ؎

جوڑی جو اُس نے مجھ سے تو توڑی رقیب سے
انشا تو اپنے یار کے یہ جوڑ توڑ دیکھ

جَلنا۔ (۱) بالنا۔ روشن کرنا۔ شام ہوگئی۔ چراغ جلا دو یا (ہندو) دیا بالدو
جَلانا۔ میں چراغ جلے یا (ہندو) دیئے بلے واپس آجاؤں گا یعنی سرِ شام لوٹ آؤں گا۔ چولھے میں آگ جلا دو۔ یا (ہندو) بالدو یا سُلگا دو۔

ظفر نے "دیا جلانا" بھی باندھا ہے۔ ؎

پسِ مرگ میرے مزار پہ جو دیا کسی نے جَلا دیا
اُسے آہ بادِ سموم نے سرِ شام ہی سے بُجھا دیا

ناسخ ؎

وہ کہہ گئے تھے کہ آئیں گے ہم چراغ جلے
تمام رات چراغوں سے اپنے داغ جلے

(۲) حسد کرنا۔ اس نے ایسی کوشش سے یہ مرتبہ پایا ہے لوگ خواہ مخواہ جلتے ہیں۔

اکبر ؎

یہ روشن ہے کہ پروانہ ہے اُس کا عاشقِ صادق
مگر کہتی ہے خلقت شمع سے پروانہ جلتا ہے

(۳) چرپراہٹ ہونا۔ آج تو قلیے میں اتنی مرچیں تھیں کہ زبان جل گئی۔

(۴) مصیبت اُٹھانا۔ ہم تو جل رہے ہیں آپ کو کچھ پرواہی نہیں۔ ؎

دل کے ہاتھوں بہت خراب ہوئے
جل گئے بُل گئے کباب ہوئے

(۵) پھول یا پودے کا سردی یا پالے وغیرہ سے سوکھ جانا۔ سورج مکھی کا تو پودا جل گیا۔

میر تقی ؎

گرمیِ عشق مانعِ نشو و نما ہوئی
میں وہ درخت تھا کہ اُگا اور جل گیا

(۶) ستانا۔ دِق کرنا۔ ہم غریبوں کو کیوں جلاتے ہو۔

(۷) بے قرار ہونا۔

سر اقبال ؎

جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
ہاں ڈبو دے اے محیطِ آبِ گنگا تو مجھے

جمانا (۱) ٹھوس ہو جانا۔ وہ گھنٹے میں دہی جم جائیگا۔ ملائی کی برف جمنا۔ دیر میں جمتی ہے۔

(۲) ترتیب سے لگانا۔ قانون کی کتابوں کو الماری میں جما دو یا لگا دو۔

(۳) دھرنا۔ ابھی تو چلنے میں دیر ہے ایک سُلفہ اور جما لو۔

(۴) آراستہ کرنا۔ رونق ہونی۔ کل تو کچھ محفل جمی نہیں۔ گھر جمانا بھی سلیقے والی عورت کا ہی کام ہے۔

(۵) پائداری ہونی۔ جب تمہارا کام جم جائے تو ملازمت سے استعفاء دے دینا۔

(۶) ذہن نشین کرنا۔ یہ بات تمہارے دل میں کس نے جما دی کہ وہ تمہارا بدخواہ ہے۔

(۷) ثابت قدم رہنا۔ وہ کسی بات پر جمتا ہی نہیں۔

(۸) قائم ہونا۔ تمہاری آنکھ میں سُرخی جم گئی۔

(۹) رنگت جمنی یعنی رونق ہونی۔ بارزینت پانی۔ اُس کی علمیت کے آگے تمہارا رنگ نہیں جمتا یعنی تم کو برتری حاصل نہیں ہوتی۔

آمانت ؎

یار کی مستی کے آگے رنگ جمنے کا نہیں
کالا منہ نیلم کرے اب جاکے رود نیل میں

جُھکنا۔ (۱) نیچا ہونا مصرع جُھک گیا۔ اے فورٹ ولیم آج کیوں جھنڈا ترا۔
جُھکانا۔ (۲) عاجزی وانکساری کرنی۔
میرحسن ؎

جُھکے آپ سے اُس سے جُھک جائیے
رُکے آپ سے اُس سے رُک جائیے

(۳) آنکھوں کا بند ہونا یا مچنا۔ میری تو شرم سے آنکھیں جُھکی جاتی ہیں
دو تین دن جاگنے سے تمہاری آنکھیں جُھکی پڑتی ہیں۔
(۴) مائل ہونا۔ آج کل تو کانگریس گورنمنٹ کی طرف جُھک رہی ہے۔
(۵) روپیہ صرف ہونا۔ اس کی ساری کمائی بیٹے کے بیاہ میں جُھک گئی۔
(۶) گرنا یا پڑنا۔ اس زمانے میں دوسرے کی آگ میں کون جُھکتا ہے
یعنی دوسرے کی مصیبت میں کون خطرے میں پڑتا ہے۔
(۷) مہربانی سے کوئی چیز دینی۔ ؎

جُھکا ساقیا اِک اِدھر سبز جام
جھلکتی ہو جس سے مئے لالہ فام

(۸) بندوق کا نشانہ باندھنا۔ اشرفیوں کی تھیلی دیکھ کر ڈاکو نے

مجھ پر بندوق جھکائی (یا چھتیائی)

(۹) اشارتاً طعنہ دینا۔ نوکر کو بُرا کہتے کہتے اُنھوں نے ہم پر بھی جھکائی۔

(۱۰) رشوت دینی۔ سررشتہ دار کو پانچ روپے جُھکاؤ تو ابھی مقدمہ جیت جاؤ۔

جُھوکنا۔ (۱) جلانا۔ ڈالنا۔ سارا کوڑا کرکٹ بھاڑ میں جُھوک دو۔

(۲) بھاڑ جھوکنا بمعنی بیکار وقت کھونا۔ بارہ برس دلّی میں رہے اور بھاڑ ہی جھوکا۔ یعنی بے فائدہ وقت ضائع کیا۔

(۳) بُرے خاندان میں شادی کرنی۔ اُنھوں نے بیٹی کو بُری جگہ جُھوکا۔

(۴) خطرے میں پڑنا۔ دولت کی خاطر جان جُھوکنا عقلمندی نہیں ہے۔

(۵) تولنا جُھوکنا۔ بمعنی ٹھیک ٹھیک وزن کرنا۔ یا دوکانداری کرنی۔ بنئے کے بیٹے کو تولنا جُھوکنا خوب آتا ہے۔

واضح ہو کہ ان معنوں میں مصدر جُھوکنا علیحدہ استعمال نہیں ہوتا۔

چُرانا۔ (۱) آنکھ چُرانا۔ بمعنی بے مُرّوتی کرنی مُصیبت میں سب آنکھ چُرا جاتے ہیں۔

ظفرؔ

وہ جو یار رہتے تھے دمبدم مجھے چھوڑتے تھے نہ ایک دم
یہ دکھایا چرخ نے کیا ستم وہ ہمیں سے آنکھ چُرا گئے

(۲) دل چُرانا۔ بمعنے اپنا عاشق بنا لینا۔ اے نوجوان تیرا دل کس نے چُرا لیا۔ ؎

دلبرو دل چُراتے ہو ہر دَم
یوں کہیں اعتبار رہتا ہے

(۳) دل چُرانا بمعنی ہمّت ہارنی۔ تمہارا لڑکا کام سے جی یا دل چُراتا ہے۔

سوداؔ

چڑھ کے جب مُفسدوں پہ جاتا ہوں
وقت پر میں بھی دل چُراتا ہوں

چڑھنا۔ (۱) اونچا ہونا۔ ہوائی جہاز بادلوں میں چڑھ گیا۔ ؎

چڑھانا۔ چڑھ گیا جب کہ فلک پر مری آہوں کا دھواں
گر گئی خلق کی نظروں سے گھٹا ساون کی

(۲) حملہ کرنا۔ محمد شاہ کی عہدِ سلطنت میں نادر شاہ دلی پر چڑھ آیا۔

(۳) عُروج ہونا۔ جو چڑھے گا سو گرے گا۔ یعنی جس کا عروج ہوگا اُس کا زوال بھی ہوگا۔

(۴) طغیانی پر ہونا۔ آج تو دریا چڑھا ہوا ہے۔

(۵) مہنگا ہونا۔ دو چار سال سے سونا چڑھ گیا یعنی مہنگا ہو گیا۔
(۶) کھچ جانا۔ تن جانا۔ ڈھول بہت چڑھا ہوا ہے۔
(۷) نذر چڑھنا۔ یعنی جچنا یا پسند آنا۔ نیلام میں جو چیز نظر چڑھ جائے فوراً خرید لو۔
(۸) سانس چڑھنا۔ یعنی سانس نہ سمانا۔ قطب کی لاٹ پر چڑھ کر سانس چڑھ گیا۔
(۹) حاضر ہونا۔ جانا۔ کچہری عدالت چڑھنا (یعنی مقدمہ بازی کرنی) عورتوں کو مناسب نہیں۔
(۱۰) نذر دینی۔ تم نے مندر میں کیا چڑھایا۔ آج تو درگاہ میں بڑا چڑھاوا چڑھا ہے۔
(۱۱) سوار ہونا۔ گھوڑے پر چڑھ جاؤ نہیں تو تھک جاؤ گے۔
(۱۲) پکنا۔ مرزا صاحب کے ایک روپے روز کی ہانڈی چڑھتی ہے۔
(۱۳) ذمے ہونا۔ نواب صاحب پر میرے چار مہینے چڑھ گئے کچھ دیتے ہی نہیں۔
(۱۴) درج کرنا۔ اس عرضی کو بھی روزنامچے میں چڑھا لو۔
(۱۵) دماغ پر اثر کرنا۔ جب بھنگ چڑھتی ہے تو عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے۔
(۱۶) صبح کے وقت دیر ہو جانی۔ دن چڑھ گیا ابھی تک اخبار آیا ہی نہیں۔

(۱۷) بھٹی چڑھانا۔ یعنی دھوبی کا کپڑوں کو میل صاف کرنے کے
واسطے اُبلتے ہوئے پانی میں ڈالنا۔ جیسے دھوبی کل بھٹی چڑھائے گا۔

(۱۸) ہتے چڑھنا۔ یا قابو چڑھنا۔ یا داؤ پر چڑھنا۔ یعنی اختیار
میں یا قابو میں آنا۔ جیسے اب کے میرے ہتے چڑھ گیا تو ایسا
مزہ چکھاؤں گا کہ یاد رکھے گا۔

ظفر ؎ چھوڑتے ہی کے نہیں ہم دخت رز کو دیکھنا
جب وہ قابو پہ ہمارے ساقیا چڑھ جائے گی

معروف ؎
سوچتا کیا ہے تو اب دل میں چڑھا جا معروف
آج ہی تو یہ چڑھا ہے ترے قابو شیشہ

داغ ؎ چل رہا ہے خنجر فولاد کیا
اس کے ہتے چڑھ گئی بیداد کیا

(۱۹) ناک بھوں چڑھانا۔ یا تیوری چڑھانا۔ یعنی نفرت
ظاہر کرنی یا ناراض ہونا جیسے میں نے آپ سے کیا کہا
ہے جو آپ تیوری چڑھاتے ہیں (یا بدلتے ہیں) یا
(تیوری میں بل ڈالتے ہیں) ان کو گھوڑا پسند نہ آیا
وہ تو اس کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھانے لگے۔

جرأت ؎
ہمارے آنے سے تم ناک بھوں نہ روز چڑھاؤ

یہاں ہے بحرِ محبت کا بار بار چڑھاؤ

داغ ؔ

چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو
کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا

؎ قبر پر پھول سے میری جو وہ آ جاتے ہیں
ناک بھوں پھولوں کے عوض وہ چڑھا جاتے ہیں

(۲۰) سر چڑھنا۔ یا چڑھانا۔ بمعنے منظورِ نظر یا گستاخ بننا یا بنانا
جیسے بچوں کو سر چڑھانا اچھا نہیں۔

نکہت ؎

سر چڑھایا اتنا زلفِ بے ادب کو کس لئے
پاؤں رکھتی ہے جو کافر مصحفِ رخسار پہ

امانت ؎

دیکھئے کس کس کو ڈستے ہیں یہ گیسوئے گناہ
سر چڑھا ہے یار کے بے طرح جوڑا سانپ کا

(۲۱) منہ چڑھانا۔ بمعنے منہ لگنا۔ یار بننا۔ منظورِ نظر ہونا۔ جیسے
وہ دیوان صاحب کے منہ چڑھا ہوا ہے، جو چاہے گا
سو اُن سے کرا لے گا۔

صابر ؎

کہا منہ کیا چڑھے سر پر چڑھے تم

مجھے بھاتا نہیں یہ پیار اخلاص

چلنا (۱) حرکت کرنی۔ پہیہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے گاڑی نہیں چلتی۔
چلانا۔ مُردے کی نبض نہیں چلتی۔
(۲) انتظام کرنا۔ فی الحال تو پانچ آدمیوں سے کام چلاؤ۔
(۳) کاروبار جاری ہونا۔ برف کے تین کارخانے چل رہے ہیں۔
(۴) رائج ہونا۔ آج کل ملکہ کا روپیہ نہیں چلتا۔
(۵) فائدہ اٹھانا۔ کام میں لانا۔ دولتمند آدمی سود پر روپیہ چلاتے ہیں۔
(۶) گھسانا۔ بانس کو موری کے اندر چلاؤ۔
(۷) ہلانا۔ کلچھی چلاتے رہو نہیں تو ترکاری جل جائے گی۔
(۸) باقی رہنا۔ قائم رہنا۔ اچھی اولاد سے بھی نام چلتا ہے۔
(۹) ہاتھ چلنا بمعنی مارنا۔ "تیرا بہت ہاتھ چل گیا ہے"۔ بیٹے تو مارپیٹ کرتا رہتا ہے۔
(۱۰) زبان چلنی۔ بمعنی گستاخی کرنی یا زبان درازی کرنی۔ آپ کے لڑکے کی بڑی زبان چلتی ہے۔ خواہ مخواہ کیوں زبان چلائے جاتا ہے۔

فراق ؎

تم گالیاں جو دو تو میں چٹکی بھی کیا نہ لوں
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے

(۱۱) ہاتھ چلنا یعنی کافی آمدنی ہونی۔ آج کل تمہارا خوب ہاتھ چل رہا ہے۔ کچھ غریبوں کی بھی مدد کرو۔

ذوق ؎ جنوں کے جیب دری پر ہیں خوب چلتے ہاتھ
سلوک سینے سے بھی کچھ تو کر لے چلتے ہاتھ

(۱۲) ترقی کرنی۔ ہمت نہ ہارو۔ بڑھے چلو۔ مصرع
آزاد کی صدا تو یہی ہے بڑھے چلو

(۱۳) کسی پھل وغیرہ کا بازار میں بکنا شروع ہونا۔ ابھی خربوزے نہیں چلے۔

ناسخ ؎ برشگال آتی ہے مے ڈھونڈنے ہم دور سے چلے
آج ہم دشت میں ہیں شہر میں انگور چلے

(۱۴) دل میں رنجش یا کدورت ہونی۔ آج کل منصف کی اور دیوان صاحب کی چل رہی ہے۔

(۱۵) بکری ہونی۔ جیسے آج کل گھی کی دوکان نہیں چلتی۔

(۱۶) شروع ہونا۔ چھڑنا۔ اثنائے گفتگو میں یہ ذکر چلا یا یہ بات چلی۔

(۱۷) پڑھا جانا۔ تمہارے لڑکے سے یہ کتاب نہیں چلتی۔

(۱۸) رواں ہونا۔ قلم نہیں چلتی۔ دوات نہیں چلتی۔ چاقو نہیں چلتا۔

(۱۹) عرصے تک کام دینا۔ لدھیانے کا کپڑا خوب چلتا ہے۔

برق ؎
نہیں رخت ہستی کو ہرگز ثبات
گلے میں یہ پوشاک چلتی نہیں

(۲۰) جادو یا تعویذ کا اثر کرنا۔

ذوق ؎ کیا پوچھتا ہے تو عمل بغض و محبت
چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقشِ درم کو

(۲۱) شراب کا دَور ہونا۔

برق ؎ شراب کیوں نہ چلے فصلِ گل میں اے زاہد
کہ نہریں جاری ہوئیں موسمِ بہار آیا

(۲۲) توپ یا بندوق وغیرہ کا چھوٹنا یا چھوڑنا۔ ابھی توپ نہیں چلی بندوق کس نے چلائی۔

آتش ؎ اتنی شکارگاہِ جہاں میں ہے آرزو
میں سامنے ہوں اور تمہارا رفل چلے

تنبیہ :۔ آتشبازی جیسے انار، مہتابی۔ پٹاخہ۔ چکر وغیرہ کے لئے چلنا یا چلانا استعمال کرنا خلافِ محاورہ ہے۔ مثلاً یوں بولنا کہ مہتابی کس نے چلائی درست نہیں ہے۔ مہتابی کس نے چھوڑی صحیح ہوگا یا چکر کس نے چھوڑا۔ دھوپ کی گرمی سے انار خود بخود چھوٹ گیا۔ برات میں خوب آتشبازی چھوٹی۔ "آتشبازی چھوڑو" یا "آتشبازی کو چھوڑو" کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

(۱) آتشبازی کو آگ دکھاؤ۔ یا
(۲) آتشبازی کا استعمال ترک کرو۔

(۲۳) جُوتا چلنا۔ بمعنی لڑائی ہونی۔ نا چاقی ہونی۔ جیسے آج کل تو

عدالت کے اہلکاروں میں خوب جُوت چل رہا ہے۔

(۲۴) پیٹ چلنا۔ بمعنی دست آنے۔ جیسے مریض کا پیٹ چل رہا ہے یعنی دست آرہے ہیں۔

(۲۵) چل بسنا۔ بمعنی دنیا سے کوچ کرنا۔ یا مرنا۔

ذوقؔ ؎ کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجراں چھوڑ کر
چل بسا وہ آج سب ہستی کا ساماں چھوڑ کر

(۲۶) چل بے۔ بمعنی پرے ہٹ دور ہو ایک ناراضگی اور خفگی کا کلمہ ہے جیسے چل بے خواہ مخواہ مجھے کیوں تہمت لگاتا ہے۔

میر سوزؔ ؎ سوز نے جب کہا کہاں تھا یار
کہا چل بے میں یار کس کا ہوں

(۲۷) بس چلنا۔ یا قابو چلنا بمعنے قدرت یا اختیار ہونا۔ جیسے اس کا بس نہیں چلتا۔ ورنہ ایک دن بھی مجھے زندہ نہ چھوڑے۔

غالبؔ ؎ سادگی پر اُس کی مر جانے کی حسرت دل میں ہے
بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل میں ہے

(۲۸) چلا چلی۔ یا چل چلاؤ۔ بمعنے رواروی یا ہلچل۔ جیسے لوگوں کو چلا چلی۔ بڑھیا کو بیاہ کی پڑی۔

دردؔ ؎ ساقیا گو لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

اتنا نہ اپنے جامے سے باہر نکل کے چل ٭ دنیا ہے چل چلاؤ کا رستہ سنبھل کے چل

چمکنا۔ (۱) شہرت ہونی۔ نام پانا۔ رونق پانی۔ تمہاری وکالت آج کل
چمکانا۔ خوب چمک رہی ہے۔

جرأت ؎ گرد سے آئینہ پاتا ہے جلا دیکھ لو تم
حسن یہ آپ کا مجھ خاک بسر سے چمکا

مرزا برق ؎ گہر افشاں ہو نیسانِ کرم سلطانِ عالم کا
بہار آئی جوانانِ چمن کی لکھنؤ چمکا

(۲) جگمگانا۔ دمکنا۔ مصرع
کیا خوب چمکتا ہے ترے کان کا بالا

(۳) طلوع ہونا۔ سورج چمکا اور کوہر اڑی۔

(۴) زور ہونا۔ آجکل شہر میں ہیضہ چمک رہا ہے۔

(۵) لڑائی ہونی جھگڑا ہونا۔ آجکل برطانیہ اور جرمنی میں خوب چمک رہی ہے۔

(۶) بدکنا۔ ہاتھی کو دیکھ کر گھوڑا چمک گیا۔

(۷) ناراض ہونا۔ میں نے تو آپ کو چھیڑا نہیں۔ مجھ پر آپ خواہ مخواہ چمکتے ہیں۔

(۸) ستارہ چمکنا۔ بمعنی اقبالمند ہونا۔ آجکل ہٹلر کا ستارہ چمک رہا ہے۔

(۹) گھوڑے کے ایڑھ لگانی یا دوڑانا۔

ناسخ ؎
چمکاتے ہی جاتا ہے زمیں سے جو فلک پر
سب کہتے ہیں خورشیدِ درخشاں ہے یہ گھوڑا

چھانٹنا۔ (۱) انتخاب کرنا۔ کل اُمیدواروں میں سے چوٹی کے پانچ چھانٹ لو۔

(۲) کپڑے یا بالوں کا کاٹنا۔ کوٹ کے گریبان کو ذرا اور چھانٹ دو۔ ببری کے بال مت چھانٹنا۔

(۳) صفائی کرنی۔ کنوئیں میں بلّی گر کر مر گئی ہے اس لئے چھانٹنا ضروری ہے۔

(۴) مواد یا بلغم نکالنا۔ حکیم صاحب کی دوا نے خوب بلغم چھانٹا۔

(۵) طنزاً باتیں بنانا۔ بیٹھے بٹھائے کیوں باتیں چھانٹ رہے ہو۔

(۶) تلوار سے سر کاٹنا۔ ایک لفظ مُنہ سے نہ نکالنا ورنہ ابھی سر چھانٹ دوں گا۔

واضح ہو کہ یہ لفظ اب قے کرنے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ بجائے اس کے چھانڈنا بولتے ہیں۔ جیسے فرش پر کس نے چھانڈا ہے یا چھانڈ دیا ہے۔ یعنی کس نے قے کر دی ہے۔ مجھے چھانڈ سا آ رہا ہے۔ یعنی طبیعت مالش کر رہی ہے۔

چھاننا۔ (۱) کسی چیز کو صاف کرنا۔ آٹے کو چھلنی میں چھان لو۔ ہیضہ کے دنوں میں پانی کو چھان کے پینا چاہیے۔ گھی کو چھان لینا تاکہ چھاچ نہ رہ جائے۔

(۲) جانچنا۔ غور کرنا۔ تحقیقات کرنی۔ یہ محاورہ اکثر نظم ہی میں استعمال ہوتا ہے۔

نظیرؔ ؎ یا ہو نجومی کامل تاروں کو چھان ڈالا
سورج گہن بچارا چندر گہن نکالا

(۳) ڈھونڈنا۔ تلاش کرنی۔ ساری دُنیا کو چھان کر ایک سچا دوست ہاتھ لگا ہے۔

جُرأتؔ ؎ اُس کے ملنے سے کرے ہے منع ناصح مجھ کو تو
ایک پایا ہے جسے سارے جہاں کو چھان کر

(۴) گلیاں چھاننا۔ یعنی کسی کی تلاش میں گلی گلی مارا مارا پھرنا۔ جیسے پولیس نے مجرم کی تلاش میں بہت گلیاں چھانیں۔

احمدؔ ؎ بہت چھانی ہیں گلیاں مِل بہیں اے شوخِ بے پروا
تری خاطر جوانی خاک میں اپنی ملاتا ہوں

تنبیہ:۔ اوپر کے شعر میں ایک بات اور غور کے قابل ہے۔ منع کرنے کے معنی روکنا۔ باز رکھنا یا ممانعت کرنی ہے۔ جیسے انہوں نے مجھ کو منع کر دیا ہے کہ ہر روز اُن کے گھر پر نہ جایا کروں۔ لڑکوں کو منع کر دو کہ غل نہ مچائیں۔ منع کرنے کو انکار کرنے کے معنوں میں استعمال کرنا اہل زبان کے محاورے کے خلاف ہے مثلاً یہ فقرہ بالکل غلط ہے:۔ میں نے اُن سے کتاب مانگی تھی لیکن انہوں نے منع کر دیا۔ بجائے منع کر دیا۔ انکار کر دیا کہنا چاہیئے۔

چھان مارنا۔ (۱) نہایت تلاش اور جستجو کرنی۔ سارے محلّے کو چھان مارا

کہیں ماسٹر صاحب کے مکان کا پتہ نہیں لگا۔

نکہت ؎ یکسر ہوئے پہ دلِ گم گشتہ کا پایا نہ کھوج
چھان مارا شحنۂ شانے سے کوئے زُلف کو

(۲) بہت سے سوراخ کر دینے یا چھلنی کر دینا۔ جیسے تمہارے ہر وقت کے طعنوں نے تو میرے کلیجے کو چھان مارا۔

مصحفی ؎ زُلفوں کی برہمی نے سارا جہان مارا
پلکوں کی کاوشوں نے سینے کو چھان مارا

چھیڑنا۔ (۱) ستانا۔ دق کرنا۔ ہم مصیبت کے ماروں کو کیوں چھیڑتے ہو۔

مصحفی ؎ نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

ذوق ؎ سُنتے ہیں اس کو چھیڑ چھیڑ کے ہم
کس مزے سے عتاب کی باتیں

(۲) گھوڑے کے ایڑھ لگانی۔

رشک ؎ یہ زمیں اے رشک ہے روندی ہوئی
توسنِ طبع رواں اس کو نہ چھیڑ

(۳) نشتر لگانا۔ پھوڑا پک گیا ہے اب اسے چھیڑ دو۔

بحر ؎ تیری ہر اِک بات ہے نشتر نہ چھیڑ
پکا پھوڑا ہوں میں اے دلبر نہ چھیڑ

(۴) باجا بجانا۔ محفل جم گئی تم بھی اپنا ساز چھیڑو۔

بحر ؎ تیری آہیں یار کو ناساز ہیں
ساز اپنا اے دلِ مضطر نہ چھیڑ

(۵) گانا۔ جیسے بادل گھر آئے ہیں کوئی ملار چھیڑو۔

(۶) ذکر چھیڑنا یعنے بات چیت شروع کرنی۔ تم نے بھی کیا ذکر چھیڑا ہے جس سے خواہ مخواہ دل دُکھے۔

سرور ؎

سراسر دل دُکھانا ہے کوئی ذکر اور ہی چھیڑو
پتہ خانہ بدوشوں سے نہ پوچھو آشیانے کا

چھُٹنا۔ (۱) رہا ہونا۔ آزاد ہونا۔ کل فیل خانے میں سے ایک مست چھُوٹنا۔ ہاتھی چھوٹ گیا یا چھُٹ گیا۔ بادشاہ کی سالگرہ پر بہت سے قیدی چھُٹے یا چھُوٹے۔

(۲) پیٹ چھوٹنا۔ یعنے دست آنے۔ اس دوا سے تو تمہارا پیٹ چھُوٹ پڑا یعنی تمہیں دست آنے لگے۔

(۳) موقوف ہونا۔ وہ نوکری سے چھوٹ گیا یا اس کی نوکری چھُوٹ گئی۔

(۴) باقی رہ جانا۔ مجھ سے دو سوال چھُٹ گئے۔

(۵) روانہ ہو جانا۔ چل دینا۔ میرے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے ہی گاڑی چھٹ گئی۔

(۶) جُدا ہونا۔ گاڑی کا رنگ چُھٹ رہا ہے۔ وطن بھی چُھوٹا پر نوکری نہ ملی۔
(۷) ڈھیلا پڑنا۔ ڈاکٹر کے آتے آتے مریض کی نبض چھوٹ گئی۔

سہ چُھٹ گئی ہاتھ سے عنانِ شکیب
جس سے اُس شہ سوار کو دیکھا

(۸) جاری ہونا۔ باغ میں ہر طرف فوّارے چُھٹ رہے ہیں۔
(۹) دغنا، سر ہونا۔ دوپہر کی توپ چھٹ گئی یا چل گئی۔ بغیر بارود کے بندوق نہیں چُھٹ سکتی یا چل سکتی۔
(۱۰) آتشبازی کا چلنا۔ لاٹ صاحب کے شہر میں داخل ہوتے ہی بہتیرے انار اور مہتابی چُھوٹیں۔ برات میں خوب آتشبازی چھوٹی۔
واضح ہو کہ آتشبازی یا انار، مہتابی، پٹاخہ، چکّر وغیرہ کے ساتھ مصدر "چلنا یا چلانا" کا کوئی صیغہ استعمال کرنا خلافِ محاورہ ہے۔
(۱۱) ترک ہونا۔ بُری عادتوں کا چھوٹنا بڑا مشکل ہے۔

ذوقؔ سہ اے ذوقؔ دیکھ دخترِ رز کو نہ مُنھ لگا
چُھٹتی نہیں ہے مُنھ سے یہ کافر لگی ہوئی

چُھوڑنا۔ (۱) ترک کرنا جھُوٹ بولنا چھوڑ دو۔
(۲) پانی بہانا۔ نہروں سے ہفتہ وار کھیتوں میں پانی چھُوڑا جاتا ہے۔
(۳) روانہ کرنا۔ گاڑی چھُوڑ دی ہے۔
(۴) مکان میں سے اُٹھنا۔ دو برس سے حکیم صاحب نے یہ مکان چھُوڑ دیا ہے

(۵) رہا کرنا۔ چڑیمار نے طوطے کو چھوڑ دیا۔
(۶) درگذر کرنا۔ ابکی دفعہ چھوڑ دیتا ہوں آئندہ ایسا کام نہ کرنا۔
(۷) توپ یا بندوق وغیرہ کا چلانا۔ دشمن کا رُخ دیکھ کر گولنداز نے توپ چھوڑ دی (یا چلا دی) مصرع

اِک تیر چھوڑتا جا بانکی کمان والے

آتشبازی کو آگ دکھانی۔ انار تو بہت چھوڑ چکے ایک آدھ مہتابی بھی چھوڑو۔
(۸) بچانا۔ ہڈی چھوڑ کر نشتر لگانا (یا دینا)

داغ ؎

ظالم تری نگہ نے کیا کام ہی تمام
نشتر چبھوتے ہیں تو رگِ جاں کو چھوڑ کر

(۹) استعفا دینا۔ تم نے نوکری کیوں چھوڑ دی۔
(۱۰) شکاری جانوروں کو شکار کرنے کے واسطے تھوڑی دیر کیلئے کھول دینا چیتے کو ہرن کے شکار پر چھوڑتے ہیں تو بڑا لطف آتا ہے۔

آٹھواں باب

د

دبنا۔ دبانا۔ (۱) چھپانا۔ تم بتاتے ہو نہیں پر میری کتاب تم نے کہیں

ضرور دبا رکھی ہے۔ ؎

چُرا کے مٹھی میں دل کو دبائے بیٹھے ہو

بہانہ یہ ہے کہ مہندی لگائے بیٹھے ہو

(۲) دفن کرنا۔ چوروں نے سارا مال درخت کے نیچے دبا دیا۔ ؎

مجھے دفن کر چکو جس گھڑی تو یہ جا کے کہنا کہ اے پری

وہ جو تیرا عاشقِ زار تھا تہِ خاک اس کو دبا دیا

(۳) قبضہ کر لینا۔ رفتہ رفتہ مرہٹوں نے آدھا ملک دبا لیا۔

(۴) دبوچنا۔ آخر کار موت نے آدبایا۔

(۵) پیچھے ہٹانا۔ راجہ مان سنگھ بھی موقع دیکھ کر پٹھانوں کو دبائے چلا گیا۔

(۶) زور ڈالنا۔ اب زیادہ نہ دبایئے میں مجبور ہوں۔

(۷) ڈرنا۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ دبتے کو دباتی ہے۔

معروف ؎ یہ تو بتلا مجھے گر اس کا نہیں تجھ کو دباؤ

غیر کے سامنے کیوں اتنا دبا جاتا ہے

(۸) مٹھیاں بھرنی۔ آج بہت پھر کر آیا ہوں ذرا پاؤں دبا۔

جرأت ؎

پاؤں کیوں دابنے نہیں دیتے

گر کسی کا تمہیں دباؤ نہیں

(۹) روکنا۔ آپ نے خواہ مخواہ میری دو مہینہ کی تنخواہ دبا رکھی ہے۔

(۱۰) بھچنا۔ کواڑ کی چول میں میری اُنگلی دب گئی۔

(۱۱) رفع دفع ہو جانا۔ اس وقت تو معاملہ دب گیا۔

دُکھنا۔ (۱) سر دکھنا۔ آنکھیں دکھنی۔ اُس کا سر دکھ رہا ہے۔ میری آنکھیں
دُکھانا۔ دکھ رہی ہیں۔
(۲) دل دکھانا۔ بمعنی ستانا۔ یا دق کرنا۔ کسی کا دل دکھانا اچھا نہیں۔
(۳) دکھتی کہنی۔ یعنی ایسی بات کہنی جو دل کو بُری معلوم ہو۔ جیسے
وہ بھلا ہے یا بُرا ہے۔ تم کیوں منہ سے دکھتی کہتے ہو۔
معروف۔ ؎

تم تو ہر بات میں ہو دل کو دکھاتے میرے
کیا ہوا میں نے بھی گر دکھتی کہی تھوڑی سی

(۴) دل دکھنا بمعنی افسوس ہونا۔ کنجوس کا خیرات کرتے ہوئے
دل دکھتا ہے۔

دیکھنا۔ (۱) تجربے میں آنا۔ تم جیسے بہتیرے دیکھے ہیں۔ ؎

وہ جو ظالم ہیں کبھی وہ پھولتے پھلتے نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کہیں شمشیر کا

(۲) خیال رکھنا۔ دیکھنا کہیں اپنی کتاب نہ بھول جانا۔
(۳) غور کرنا۔ ذرا دیکھئے تو سہی بھائی ہو کر بھی مجھ سے کیسی
دشمنی رکھتا ہے۔ ؎

دیکھنا کس حال سے کس حال کو پہنچا دیا
بخت تیرے عاشقوں کا نارسا کہنے کو ہے

(۴) ڈھونڈنا مجرم کو دیکھ لاؤ تو تمہیں بری کر دوں گا۔
(۵) لحاظ کرنا میری طرف دیکھو اتنی سختی نہ کرو۔
(۶) دیکھتے رہنا۔ یعنے نگہبانی کرنی۔ میرا اسباب دیکھتے رہنا میں ابھی آیا۔
(۷) دیکھتے کا دیکھتا رہ جانا۔ یعنے بے قابو ہو جانا۔ حیرت زدہ ہو جانا وہ میرا جوتا پہن کر چل دیا میں دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔

ممنون ؎ لے گیا دل ہاتھ سے اور پاؤں کے نیچے ملا
دیکھتے کا دیکھتا میں ہاتھ مل کر رہ گیا

(۸) دیکھ بھال بمعنی سنبھال۔ جیسے جانور کا رکھنا آسان نہیں بڑی دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔
(۹) دیکھنا چاہیئے۔ یعنے شاید یا امید نہیں۔ دیکھنا چاہیئے وہ آتے بھی ہیں یا نہیں۔ ؎

حشر پہ ہے وعدۂ دیدار یار
دل مگر کہتا ہے دیکھا چاہیئے

(۱۰) دیکھیے بمعنی نہیں معلوم یا خدا جانے۔ دیکھیے مقدمے کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔

آتش ؎ طاؤس کبک کو ہے نکل چلنے کا خیال
چلتا ہے یار کون سی رفتار دیکھیے

(۱۱) گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھنا۔ یعنی اپنی بھلائی بُرائی پر غور کرکے شرمندہ ہونا۔ جیسے اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھو تو اس طرح دوسروں کی عیب جوئی نہ کرو۔

ظفرؔ ~ نہیں رکھتے نام اور کو وہ جو اپنے
گریباں میں مُنہ ڈال کر دیکھتے ہیں

دینا۔ (۱) حوالہ کرنا۔ سونپنا۔ مصرع

میں نے دل دیا میں نے جان دی مگر آہ تو نے نہ قدر کی

(۲) بیچنا۔ ہم نے مکان دے ڈالا۔ یعنی فروخت کر دیا۔ ابھی چھوٹا مکان کسی کو نہیں دیا ہے۔ یعنی کرایہ پر نہیں دیا ہے۔

(۳) مقرر کرنا۔ وہ مجھے پانچ روپے ماہوار دیتے ہیں۔

(۴) جننا۔ مُرغی ایک انڈا روز دیتی ہے۔ کُتیا نے بچے دیئے ہیں۔

(۵) مُنہ سے نکالنا۔ تم مجھے کیوں گالیاں دے رہے ہو۔

(۶) چانٹا یا تھپڑ دینا۔ یعنے مارنا۔ اُسکے گالی دی اور میں نے تھپڑ دیا۔

(۷) آواز دینی۔ گواہی دینی۔ اس کو آواز دو۔ تم کو میرے مقدمے میں گواہی دینی ہوگی۔

(۸) لگانا۔ پھوڑا پک گیا ہے نشتر دے دو۔ کوڑا ہو رہا ہے جھاڑو دے دو۔

(۹) بند کرنا۔ دینے کے نام تو وہ گھر کے کواڑ دے کر بھی نہیں سوتا۔ وہ تو کنڈی دے کر سو گیا۔

(۱۰) تالیاں دینا۔ بمعنی ہنسی اڑانی۔ (صرف اہلِ لکھنؤ کا محاورہ ہے۔

اسیرؔ

رسوا بھی ہوں تو دل میں کدورت نہ لاؤں میں
دے تالیاں وہ شوخ تو بغلیں بجاؤں میں

(۱۱) پہننا۔ سر پر ٹوپی دے لو کہیں زکام نہ ہو جائے۔ (صرف دہلی کا محاورہ ہے)

(۱۲) ڈاکا دینا۔ بمعنی زبردستی لوٹنا۔ تم جو آدھی رات کو گھر سے نکلے ہو کہیں ڈاکا دوگے۔ یا ڈالو گے۔

(۱۳) تال دینا۔ بمعنی تال سُر صحیح رکھنے کے لئے تالی بجانا۔ میں ٹھمری گاتا ہوں تم تال دیتے جاؤ۔

(۱۴) کومھل (یا کونبھل) دینی یا لگانی۔ بمعنی نقب لگانی۔ رات کو چوروں نے کس کے مکان میں کومھل دی۔

(۱۵) ڈھنی یا دھرنا دینا۔ بمعنی جم کر بیٹھ جانا۔ جیسے فقیر کو روٹی کیا کھلائی وہ تو دھرنا دے کر ہی بیٹھ گیا۔

آتشؔ

سائے نے دی ڈھنی جو ترے آستانے پر
در سے اٹھا کے ہم پسِ دیوار لے چلے

نواں باب

ڈ

ڈالنا۔ (۱) بُنیاد ڈالنی یا ڈول ڈالنا۔ بابر نے سلطنتِ مُغلیہ کی بُنیاد ڈالی۔ دیوان صاحب نے تمہاری ترقی کا ڈول ڈال دیا ہے۔ یعنی ترقی کا راستہ نکال دیا ہے۔

(۲) جمع کرنا۔ بچانا۔ میں آنہ روپیہ خیرات کے لئے ڈالتا ہوں۔ دو رُپے ماہوار بھی ڈالتے جاؤ تو سال بھر میں خاصی رقم ہو جاتی ہے۔

(۳) قے کرنی۔ مریض نے کچھ ڈالا ہے۔

(۴) پرونا۔ سوئی میں تاگا ڈال دو۔ پائجامے میں ناڑا ڈال دو۔

(۵) پہننا۔ قمیص کو ذرا گلے میں ڈال کر دیکھ لو۔

(۶) اُڑھانا۔ بچے کے مکھیاں لگ رہی ہیں رزائی ڈال دو۔

(۷) چادر ڈالنی۔ بمعنی بیوہ سے شادی کرنی جیسے اُس نے اپنے بڑے بھائی کی بیوہ پہ چادر ڈال دی ہے یعنی شادی کر لی ہے۔

(۸) بیوی بنانا۔ لالہ جی نے کہاری کو ڈال لیا ہے۔ یعنی مدخولہ بنا لیا ہے۔

(۹) ذمہ کرنا۔ سفر کا خرچہ ہم پر کیوں ڈالتے ہیں۔

(۱۰) فعل کے آخر میں کسی کام کے پورا کرنے کے لئے بھی لگا دیتے ہیں
اُس نے کتاب کو پھاڑ ڈالا۔ میں نے بھڑ کو مار ڈالا۔ تم
نے دھوتی کو نچوڑ ڈالا۔
(۱۱) اچار ڈالنا۔ یعنے کسی چیز کو بے فائدہ جمع کرنا۔ تم کیا اتنی
کتابوں کا اچار ڈالو گے۔

ڈوبنا۔ ڈبونا۔ (۱) رسوا کرنا۔ ذلیل بنانا۔ تمہاری ہٹ دھرمی نے تم کو ڈبو دیا۔
غالبؔ ـــ نہ تھا کچھ تو خدا تھا۔ کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
(۲) سورج ڈوبنا۔ یعنے آفتاب غروب ہونا۔ سورج ڈوبتے ہی
چمگادڑیں نکل پڑیں۔
وزیرؔ ـــ
پڑ روئے بزم میں جام شراب ڈوب گیا ٭ (یعنی چھپ گیا)
نہاں وہ مہ جو ہوا آفتاب ڈوب گیا ٭
(۳) روپیہ وصول نہ ہونا۔ ہماری کئی بڑی بڑی رقمیں ڈوب گئیں۔
(۴) ناکامیاب ہونا۔ اس سال انگریزی کا پرچہ بڑا مشکل تھا
بہت سے لڑکے انگریزی میں ڈوب گئے۔
(۵) نیست ہو جانا۔ جیسے مصرع
رسم اُلفت ہی الٰہی جائے ڈوب

(۶) ڈوب مرنا۔ بمعنی شرم و غیرت کی وجہ سے جان دے دینی
میاں تم کو منہ دکھانے کو جگہ نہیں ہے کہیں ڈوب مرو۔

اسیر ؎ دیکھے جو اُس کے قامتِ دلجو کو خواب میں
گڑ جائے سرو ڈوب مرے جوئے آب میں

(۷) تباہ کرنا۔ برباد کرنا۔ تمہاری چالبازیوں نے مجھ کو ڈبو دیا۔

غالب ؎
کی ہم نفسوں نے اثر گریہ میں تقریر
اچھے رہے آپ اس سے مگر مجھ کو ڈبو آئے

(۸) بگاڑنا۔ وکیل کی کوتاہی نے مقدمے کو ڈبو دیا۔

جرأت ؎ سمجھ کے دیکھا تو بیجا تھا سب گلہ دل کا
کہ چشمِ نم نے ڈبویا معاملہ دل کا

(۹) ڈوب پڑے۔ بمعنی لعنت ہو۔ جیسے تجھ پہ ڈوب پڑے جو تو ماں پہ ہاتھ اُٹھائے۔

دسواں باب

ر

رُکنا۔ (۱) اس مصدر کے اصلی معنی کسی نقص کی وجہ سے ٹھیر جانا

ہیں۔ یا اٹکجانا۔ جیسے پہیہ ٹوٹنے کی وجہ سے گاڑی رُک گئی۔
مریض کو سانس رُک رُک کر آرہا ہے۔ اسی وجہ سے رُکاؤ
کے معنی اٹکاؤ لئے جاتے ہیں۔

ذوقؔ ؎ رُکاؤ خوب نہیں طبع کی روانی میں
کہ بُو فساد کی آتی ہے بند پانی میں

یہ رُک رُک کے کرتے ہو لڑنے کی باتیں ؛ سکھائی ہوئی گفتگو ہے کسی کی

(۲) رنجش ہونی یا کھنچنا۔

میرؔ حسن ؎ رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے
جھکے جو کوئی اُس سے جھک جائیے

(۳) بھر جانا۔ یا خالی نہ رہنا۔ جیسے اب تو یہ مکان رُک گیا۔
یعنی اس میں کوئی رہنے لگا۔

(۴) ٹھٹکنا یا جھجکنا۔

نظیرؔ ؎
اپنا وہ پاس جانا کہنا کہ بیٹھئے اے جاں
اس کا پرے سرکنا رُکنا حجاب کرنا

(۵) بند ہو جانا۔ موری رُک گئی۔ غیر حاضری کی وجہ سے
میری تنخواہ رُک گئی۔

(۶) دل میں گھٹنا یا پیچ و تاب کھانا۔

؎

جرأت ؎

سُنتے ہے جس دم گلی میں اپنی وہ فتنہ گر شور و شر ہمارا
تو دل میں رُک رُک کے وہ کہے ہے نہیں ہے کچھ اسکو ڈر ہمارا

رکھنا۔ (۱) خیال رکھنا۔ دھیان رکھنا۔ سنبھال رکھنی۔ جیسے خیال رکھیے کہیں بچہ گر نہ جائے۔ ذرا دھیان رکھیے غلطی نہ ہو جائے۔ لڑکے کی سنبھال رکھیے کہیں بگڑ نہ جائے۔

(۲) خدا رکھتے ہیں یعنی خدا سے ڈرتے ہیں۔

آتش ؎ سچ تو یہ ہے کہ نہیں دوسرا تجھ سا کوئی
اے صنم جھوٹ نہ بولیں گے خدا رکھتے ہیں

(۳) خدا رکھے یعنی خدا بچائے یا سلامت رکھے۔ جیسے خدا رکھے آپ بھی تو اولاد والے ہیں۔

(۴) جوڑنا۔ اکٹھا کرنا۔ جیسے تھوڑا بہت مہینے کے مہینے رکھتے جاؤ تو وقت پہ کام آئے۔

(۵) الزام رکھنا یعنی تہمت لگانی۔ قصور کیا تم نے مجھ پر الزام رکھتے ہو۔

(۶) ملتوی کرنا۔ آج کا کام کل پہ نہ رکھو۔

(۷) قبر میں رکھنا۔ یعنی قبر میں دابنا۔ ؎

عُریاں اُٹھیں گے قبر سے آخر تو روزِ حشر
رکھ دو ہمیں یونہی جو نہیں ہے کفن نہ ہو

(۸) گروی رکھنا۔ سنتے ہیں انھوں نے دس ہزار روپے میں اپنا مکان رکھ دیا۔ سیٹھ جی بغیر کوئی چیز رکھے قرض نہیں دیتے۔

(۹) بے ایمانی سے نہ دینا۔ جیسے تم نے میرے پانچ روپے رکھ لئے یا مار لئے۔

(۱۰) مقرر کرنا۔ ہم نے پہاڑی کو نوکر رکھ لیا۔

(۱۱) حوالہ کرنا۔ پہلے میرا روپیہ رکھ دو جب جانے دوں گا۔

(۱۲) روکنا۔ جیسے تم نے آج کی گاڑی سے بھی رکھا۔

(۱۳) نذر کرنا۔ منّت ماننا۔ جیسے اوپر والیوں کے نام کا کچھ رکھ دو۔ (واضح ہو کہ اوپر والیاں پریوں یا چڑیلوں کو کہتے ہیں)

(۱۴) قید کرنا۔ مجسٹریٹ نے بغیر تحقیقات کے مُلزم کو دو سال کو رکھ دیا۔

(۱۵) امانتاً سونپنا۔ میرا صندوق رکھ لیجئے کل لے لوں گا۔

(۱۶) پالنا۔ جانور رکھنا بھی آسان نہیں۔

(۱۷) بچانا۔ ؎ شُکر پردے ہی میں اس بُت کو خدا نے رکّھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

(۱۸) باقی چھوڑنا۔ تم نے اپنے لئے کچھ بھی رکھا ہے یا سب کانگریس کے حوالہ کر دیا۔

(۱۹) قبول کرنا۔ براہِ کرم یہ تھوڑی سی مٹھائی رکھ لیجئے۔

رہنا۔(۱) قیام کرنا۔ سکونت اختیار کرنی۔ آپ کہاں رہتے ہیں۔
یعنی آپ کا وطن کونسا ہے۔
(۲) چھوٹنا۔ باقی بچنا۔ ایک آدھ غلطی رہ گئی ہو گی اُس
کو صحیح کر دینا۔
(۳) زندہ رہنا۔ سدا دُنیا میں کوئی نہیں رہتا۔ ؎

رُستم رہا نہ سام نہ بہرام رہ گیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

(۴) بے حس و حرکت ہو جانا۔ شل ہو جانا۔ کشمیر کی سردی
سے ہاتھ پاؤں رہ جاتے ہیں۔
(۵) قرار پانا۔ جیسے آپ کے کلکتے جانے کی کیا رہی۔
(۶) شمار میں آنا۔ یا فائدہ ہونا۔ مصرع

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

(۷) ادا نہ ہونا۔ جیسے کارخانے کے حساب میں میرے دو روپے
رہ گئے۔
(۸) پیٹ رہ جانا۔ بمعنی حمل ٹھیرنا۔ جیسے بیاہ کے پہلے ہی مہینے
میں اُس کے پیٹ رہ گیا۔
(۹) ناکامیاب ہونا۔ جیسے اس سال تو وہ امتحان میں رہ گیا۔
(۱۰) دیر لگانی۔ جیسے تم تو کپڑے پہنتے ہی رہ گئے۔ وہ
چلتا بنا۔

میر ؎ بگڑا اگر وہ شوخ تو سنیو کہ رہ گیا
خورشید اپنا تیغ و تبر ہی سنبھالتا

(۱۱) کوتاہی کرنی - چوکنا۔

شوق ؎ جس طرح چاہو مجھے پیس کے پامال کرو
نہیں ممکن کہ کسی چال میں بندہ رہ جائے

(۱۲) رہ تو سہی بھینے ٹھہر تو جا۔ یہ جملہ کسی کو دھمکانے یا ڈرانے کے واسطے بولا جاتا ہے۔ جیسے رہ تو سہی میں آن کر تیری خبر لیتا ہوں۔

(۱۳) رہ رہ کر۔ یا کے ' یعنی بار بار یا گھڑی گھڑی۔ جیسے مجھ کو رہ رہ کر افسوس آتا ہے کہ میں نے اس کو کیوں منہ لگایا۔

جرأت ؎
اُس کے جانے سے یہ دل میں آئے ہے رہ رہ کے ہائے
سب جہاں بستا ہے اِک اپنا ہی گھر ویراں ہوا

(۱۴) رہے نام اللہ کا۔ یعنی سوائے خدا کے اور کسی چیز کو قیام نہیں۔ جیسے لو آج غلام پہلوان بھی چل بسا۔ رہے نام اللہ کا۔

میر ؎ گیا حسنِ خوبانِ بدراہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

گیارھواں باب

س

سَرکنا۔ (۱) رخصت ہونا۔ چلتے بننا۔ تمہاری سب کچھ سُن لی۔ اب سَر کانا۔ یہاں سے سَرکو۔

ظفرؔ
جواب لکھ کے مرے خط کا نامہ بر سے کہا
خطر کی جا ہے چلو یاں سے لیکے سَرکو خط

(۲) غائب ہو جانا۔ میرے بچپن میں بہت سامال سَرک گیا یعنی غائب ہو گیا۔

(۳) ملتوی ہونا۔ تمہارے بھائی کا بیاہ سرک گیا۔

(۴) راستہ چھوڑنا۔ سرکو تو سہی مجھے نکل جانے دو۔

(۵) چُرا کر دوسرے کو دے دینا۔ تانگے والے نے راستہ میں میرا اٹرنک سرکا دیا۔

(۶) رشوت دینی۔ سررشتہ دار کو پانچ روپے سرکاؤ تو کام بن جائے۔

سَرکرنا۔ سَرہونا۔ (۱) شروع کرنا۔

میرؔ۔ آزردہ خاطروں سے کیا فائدہ سخن کا
تم حرف سر کرو گے ہم گریہ سر کریں گے

(۲) فتح کرنا۔ جیتنا۔ اورنگ زیب نے گولکنڈے کا قلعہ بڑی مشکل سے سر کیا۔

غالبؔ۔ آہ کو چاہیئے اِک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زُلف کے سر ہونے تک

(۳) تہمت لگانی۔ پیچھے پڑنا۔ میں نے کب تمہاری چغلی کھائی ہے میرے کیوں سر ہوتے ہو۔

سمجھنا۔ (۱) ذہن نشین کرنا۔ میں نے اس کو سمجھا دیا ہے کہ مقدمے بازی اچھی نہیں۔
سمجھانا۔ (۲) نصیحت دینی۔ اس کو سمجھا دیجئے کہ کسی کا دل دُکھانا اچھا نہیں۔

غالبؔ۔
حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ
لیکن اُن کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

(۳) کسی چیز میں ماہر ہونا۔ جیسے جج صاحب قانون کو خوب سمجھتے ہیں۔

نسیم دہلویؔ۔ نسیمِ دہلوی ہم موجدِ بابِ فصاحت ہیں
کوئی اُردو کو کیا سمجھے گا جیسا ہم سمجھتے ہیں

(۴) گمان کرنا۔ خیال کرنا۔ بدلہ لینا۔ جیسے ہم تو تمہیں اپنا بھائی

سمجھتے ہیں لیکن تم ہمیں دشمن سمجھتے ہو خیر تم سے خدا سمجھے گا۔ ؎
ستم کو ہم کرم سمجھے۔ جفا کو ہم وفا سمجھے
جو اس پہ بھی نہ سمجھے وہ بُتِ کافر خدا سمجھے

(۵) مارنا۔ پیٹنا۔ ارے لڑکے تو بڑا شوخ ہو گیا ہے۔ تجھے اچّھی طرح سمجھوں گا۔

(۶) ماننا۔ اُسے بہتیرا سمجھاتا ہوں کسی طرح سمجھتا ہی نہیں۔

معروف ؎ سب وقتِ ذبح میرے سمجھا رہے ہیں اُس کو
لیکن کسی سے ہرگز قائل نہیں سمجھتا

(۷) چوکنّا ہونا۔ ہوشیار ہونا۔ ذرا سمجھ کے بات کرنا۔ کہیں لڑائی نہ ہو جائے۔

جُرأت ؎ سمجھ کے گھر سے نکلیو تو اے بُتِ گمراہ
کہ راہ دیکھتے ہیں کب سے دادخواہ تری

سُننا۔ (۱) کان لگانا۔ جیسے ذرا سُننا یہ شور کیسا ہو رہا ہے۔

سُنانا (۲) توجّہ کرنی۔ جیسے سُنئے تو سہی انہوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

آتش ؎
سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

(۳) گالیاں کھانی۔ جیسے ایک کہوگے تو دس سُنوگے۔

داغ :۔ خط میں مجھے اوّل تو سُنائی ہیں ہزاروں
آخر یہی لکھا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

(۴) فریاد کو پہنچنا۔ جیسے یہاں تو رشوت کا بازار گرم ہے۔ کون کسی کی سُنتا ہے
مصرع :۔ کیا کہوں کس سے کہوں کون مری سُنتا ہے

(۵) تنبیہ کرنی۔ جیسے میں آپ کو سنائے دیتا ہوں کہ آئندہ مجھ سے مذاق نہ کیجئے۔

(۶) خبر پھیلنی۔ افواہ اُڑنی۔ سُنتے ہیں کوئی بادشاہ مرگیا۔

ذوق :۔ سنتے ہیں آج ذوق جہاں سے گزر گیا
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

(۷) گانا۔ جیسے ٹھمری ہو غزل ہو کچھ سُنائیے نا۔

سنبھالنا۔ (۱) تھامنا۔ قابو میں رکھنا۔ جیسے موت سے کچھ بس نہیں چلتا اب ذرا دل کو سنبھالو اور ہوش میں آؤ۔ زبان سنبھال کر بات کرو۔

داغ :۔ ہم بھی جگر کو تھام لیں دل کو سنبھال لیں
تھم تھم کے رُخ سے زلفِ چلیپا اُٹھائیے

(۲) نگہبانی کرنی۔ جیسے بچے کو سنبھالنا کہیں گر نہ پڑے۔

(۳) انتظام کرنا۔ جیسے اب تو تم بالغ ہوگئے اپنا گھر بار سنبھالو۔

(۴) سمیٹنا۔ جیسے دامن سنبھال کر چلو۔

(۵) روکنا۔ جیسے دوا نے بیماری کو سنبھال رکھا ہے۔

(۶) حملہ کرنے کو کوئی ہتھیار اُٹھانا۔ جیسے ڈاکوؤں کو دیکھ کر سپاہی نے تلوار سنبھالی۔

(۷) سنبھالا لینا۔ یعنے مرنے سے پہلے کچھ صحت کے آثار نظر آنے۔ جیسے مریض کے چہرے پر رونق کیا آئی ہے یہ تو اس نے سنبھالا لیا ہے۔

ذوق ؎
بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

سُوجھنا۔ (۱) نظر آنا۔ دکھائی دینا۔ جیسے اب یہ سُوجھتا ہے کہ ہماری تمہاری نہیں بنے گی۔

نصیر ؎
نصیر اب سوجھتا ہے ہم کو وصلِ یار کا ہونا
خوشی نے مُنہ دکھایا ہے جو آنکھ اپنی پھڑکتی ہے

(۲) آنکھوں سے دیکھنا ؎
آنکھیں تو ہیں کُھلی ہوئی پر سوجھتا نہیں
جس کو خدا نہ پوچھے کوئی پوچھتا نہیں

(۳) معلوم ہونا جیسے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔ یعنے ایسا اندھیرا گھپ ہونا کہ ایک ہاتھ کو دوسرا ہاتھ نہ معلوم ہو۔

(۴) خیال میں آنا۔

معروف ؎
چشمِ یار آئی یاد دیکھ کے جام
وقت پر سوجھی بھی عجب شئے ہے

اُس زُلف پہ پھبتی شبِ دیجور کی سُوجھی
اندھے کو اندھیرے میں بہت دُور کی سُوجھی

(۵) سُوجھے پھُولے۔ بمعنی غصّے میں۔ ناراض۔ خفا۔ جیسے کیا کسی نے کچھ سُنا دی جو سُوجھے پھُولے بیٹھے ہو۔

میر حسن ؎ ہٹے کٹّے اور بھلے چنگے ہیں اُن کو کیا ہوا
سُوجھے پھولے آئے تھے گلہ گزاری کر گئے

بارھواں باب

ک

کاٹنا۔ (۱) چاقو یا قینچی سے کترنا۔ جیسے اب کے گالی دی تو کٹنا۔ زبان کاٹ لوں گا۔

نصیر ؎ اے چرخ تجھ کو کس نے خاموش کر دیا ہے
کس نے زبان تیری یوں بے گناہ کاٹی

(۲) کپڑا بیونتنا۔ یا قطع کرنا۔ جیسے ابھی میرا کوٹ نہیں کاٹا۔
(۳) بھڑ یا بچھو وغیرہ کا ڈنک مارنا۔ جیسے بچّے کے بچھّو نے کاٹ کھایا۔
(۴) دانت مارنا بھنبوڑنا۔ جیسے کتّے نے کس کے کاٹ کھایا۔

(۵) سختی سے وقت گزارنا۔ جیسے مصیبت کے دن بھی کاٹے نہیں کٹتے۔

مُصحفیؔ

یوں رُو کے اُس گلی میں دن رات کاٹتے ہیں
رستے میں جیسے رہرو برسات کاٹتے ہیں

(۶) بُھگتنا۔ برداشت کرنا۔ یہ چور ابھی دو برس کی قید کاٹ کر چھُوٹا ہے۔

(۷) ذبح ہونا۔ شہر میں ہر روز ایک ہزار بکرا کٹتا ہے۔

(۸) علیحدہ کرنا۔ ٹرین میں سے دو گاڑیاں کٹیں گی۔

(۹) سامنے سے گزر جانا۔ جیسے کیا بلّی راستہ کاٹ گئی ہے جو سڑک پر کھڑے ہو۔

(۱۰) گھسّے سے جُدا کرنا۔ جیسے میں نے اس کا پتنگ کاٹ دیا۔

(۱۱) پاپ کٹنا۔ یعنی چھٹکارا پانا۔ جیسے ایسا ظالم بادشاہ مرجائے تو پاپ کٹے۔

(۱۲) توڑنا۔ جیسے پہاڑ کاٹ کر شملے کی ریل نکالی ہے۔

(۱۳) نہر نکالنی۔ جیسے دریائے جہلم سے نہر کاٹی ہے۔

(۱۴) فصل اُٹھانی۔ جیسے آج کل بہت سے کسان کھیت کاٹنے میں لگے ہوئے ہیں۔

(۱۵) کمی کرنی۔ جیسے مالک نے نوکر کی تنخواہ کاٹ لی۔

(۱۶) بیچ میں بولنا۔ جیسے ذرا صبر کرو میری بات نہ کاٹو۔

(۱۷) چُبھنا۔ ناگوار معلوم ہونا۔ جاڑوں کے کپڑے تو گرمیوں میں کاٹنے لگتے ہیں۔

(۱۸) وضع ہونا۔ منہا ہونا۔ جیسے تنخواہ میں سے آنہ روپیہ کٹتا ہے۔

(۱۹) جلنا۔ حسد کرنا۔ وہ میری ترقی دیکھ کر بڑا کٹتا ہے۔

مُصحفی:۔ ؎

میں چھیڑتا ہوں جو اُس کو کبھی کٹے ہے رقیب
کہے ہے آپ کا ہے گا یہ آشنا گُستاخ

(۲۰) کاٹ کھانے کو دَوڑنا۔ یا کاٹنے کو دَوڑنا۔ یعنی بدمزاجی کی وجہ سے جھگڑا کرنے کو آمادہ ہونا۔ یا کسی چیز کا بُرا معلوم ہونا یعنی ناگوار گزرنا۔ جیسے اُس سے ذرا بات کرو تو کاٹ کھانے کو دوڑے ہے۔ جب سے بال بچے گئے ہیں گھر کاٹ کھانے کو دوڑے ہے۔ مصرع

کاٹنے کو دوڑے ہے ماہیِ بے آب مجھے

آتش ؎ چاندنی رات میں وہ ماہ جو یاد آتا ہے
کاٹنے دوڑتے ہیں مجھ کو در و بام سفید

(۲۱) خارج ہونا۔ جیسے امیدواروں کی فہرست سے تمہارا نام کٹ گیا۔

کرنا۔ (۱) پنکھا کرنا۔ یعنی پنکھا جھلنا یا ہلانا۔ جیسے بچّے کے پنکھا کرتے رہو ورنہ جاگ اُٹھے گا۔

(۲) (قصّاب) ذبح کرنا۔ جیسے آج تو دو ہی بکرے کئے ہیں۔
(۳) روشن کرنا۔ جلانا۔ جیسے شام ہو گئی چراغ بتّی کر لو۔
(۴) (ہندو) بجھانا۔ جیسے ابھی دیا نہ کرو اندھیرا ہے۔
(۵) ڈالنا۔ مٹکے کا پانی گھڑیا میں کر دو۔
(۶) (ہندو) باندھنا۔ دفتر سے آن کے دھوتی کر لیا کرو۔
(۷) چکانا۔ جیسے دو روپے میں قطب کو تانگا کیا ہے۔
(۸) (ہندو عورتیں) پکانا۔ جیسے مجھے تو روٹی کرنی ہے۔
(۹) سلگانا۔ ذرا سی آگ کر لو تو حقہ پی لیں۔
(۱۰) جادو ڈالنا۔ جیسے کیا تم پر کسی نے کچھ کر دیا۔
(۱۱) حل کرنا۔ جیسے میں ایک گھنٹے میں پانچ سوال نہیں کر سکتا۔
(۱۲) کاروبار کھولنا۔ جیسے خالی بیٹھے ہو۔ دکان ہی کر لو۔
(۱۳) خاوند یا بیوی بنانا۔ جیسے اس نے تو کسی عورت کو کر لیا۔
دھوبی چھوڑ سقا کیا۔ رہی خضر کے گھاٹ۔
(۱۴) مصروف رہنا۔ جیسے آج کل کیا کرتے ہو۔
(۱۵) وار کرنا۔ دو دو ہاتھ کرنا۔ بمعنے مقابلہ کرنا۔ جیسے اُس نے چور پر تلوار سے وار کیا۔ وہ کہاں کا رستم ہے۔ ہم بھی اُس سے دو دو ہاتھ کریں گے۔
(۱۶) آوازہ کرنا۔ بمعنے طعنہ مارنا۔
بند ۵ گیسوؤں کے سلسلے کا جو ہے وہ پابند ہے

کون کر سکتا ہے آوازہ ترے آزاد پہ

(۱۷) چُپ کرنا بمعنی کسی دوسرے کو خاموش کردینا۔ جیسے اُنہوں نے ایسا مُنہ توڑ جواب دیا کہ سب کو چُپ کردیا۔ چُپ کرنا۔ بمعنے خاموش ہو جانا۔ استعمال کرنا صحیح نہیں۔ جیسے "بہت لڑائی ہو چکی اب چُپ کرو" (یعنی خاموش ہو جاؤ) غلط ہے۔

کسنا۔ (۱) کمر کسنا یا باندھنا۔ بمعنی آمادہ ہونا تیار ہونا۔ جیسے تم نے تو لڑنے کو کمر کس رکھی ہے۔

(۲) تلوار کا مڑنا تڑنا۔

ناسخ ؎

خمیدہ کرتا ہے انسان کو جوہر شرافت کا
اصالت جس میں ہوتی ہے وہی تلوار کستی ہے

(۳) کسی چیز کو پکاتے وقت خوب بھوننا۔ جیسے کھوئے کو خوب کس لو۔

(۴) سونے چاندی کو کسوٹی پہ پرکھنا۔ جیسے سونے کو کس کر دیکھ لو کتنا کھوٹ ہے۔

(۵) کسی قدر تول میں کم ہونا۔ جیسے آپ کا سونا۔ دو ماشے سے کچھ کسا ہوا یا کھنچا ہوا ہے۔

(۶) آوازہ کسنا (یا مارنا یا کرنا)

انشاء ؎ گو غیر نے آوازہ کسا اُس کی گلی میں

پریں کوئی نکلوں ہوں اس آوازہ سے باہر

(۷) مشکیں کسنا۔

ناسخ گنہگار اب جو میرا بال بال آیا نظر ناسخ
وہ اپنی کاکل مشکیں سے مشکیں میری کستا ہے

کھٹک جانا۔ (۱) چبھنا۔ اثر ہونا۔

ظفر
کھٹک جاتی ہے اُن کے دل میں ایسی بات کہتے ہو
ظفر کیونکر نہ ہووے آپ کی تقریر کا کھٹکا

(۲) ناگوار معلوم ہونا۔

نصیر لبِ نازک کے تصور میں ترے گلشن میں
گل کی بھی پنکھڑی آنکھوں میں کھٹک جاتی ہے

(۳) شکر رنجی یا اَن بَن ہو جانی۔ جیسے کل ذرا سی بات پر ہماری اُن کی کھٹک گئی۔

کھٹکنا۔ (۱) چُبھنا۔ جیسے ابھی میری اُنگلی میں پھانس کھٹک رہی ہے۔

نصیر کس کماں ابرو کی مژگاں کا تصوّر تھا نصیر
رات سے تا صبح دل میں تیر سا کھٹکا کیا

(۲) درد کرنا۔ ٹیس مارنا۔ جیسے آج تو میری آنکھیں بہت کھٹک رہی ہیں۔
(۳) رڑکنا یا لگنا۔ جیسے یہ سُرمہ آنکھوں میں کھٹکتا ہے یا لگتا ہے۔
(۴) بُرا معلوم ہونا۔ جیسے ہماری ہی ترقی سب کو کھٹکتی ہے۔

کھنچنا۔ کھینچنا۔ (۱) ناز کرنا۔ اترانا۔ جیسے اپنے کو اتنا نہ کھینچو کہ لوگ نفرت کرنے لگیں۔

غالبؔ:۔ خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اُلٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

ے نقش کو اُس کے مُصوّر پر بھی کیا کیا ناز ہیں
کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھنچتا جائے ہے

(۲) باہر جانا۔ جیسے چندوسی کا سارا گیہوں بمبئی کی طرف کھنچا جاتا ہے۔
(۳) مہنگا ہونا۔ جیسے کل سے سونے کا بھاؤ کچھ کھنچ گیا ہے۔
(۴) گھسیٹنا۔ جیسے آپ تو ناچ دیکھنے گئے سو گئے، میرے لڑکے کو بھی کھینچ کر لے گئے۔

مومنؔ ے پنجۂ شانے سے تو زُلف گرہ گیر نہ کھینچ
دل سے دیوانے کو مت چھیڑ یہ زنجیر نہ کھینچ

(۵) عرق نکالنا۔ کشید کرنا۔ جیسے دوبارہ کھینچی ہوئی شراب بڑی تیز ہوتی ہے۔

داغؔ ے لے اُڑے بو جس کی اے پیرِ مغاں
اب کے ایسی تُند پُرتاثیر کھینچ

(۶) جلدی جلدی لکھنا۔ جیسے دو چار صفحے باقی رہے ہیں ان کو
بھی کھینچ ڈالو۔

(۷) اٹھانا۔ برداشت کرنا۔

داغ ؎ غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کھینچ
لے داغ پر زمانے سے دستِ سوال کھینچ

(۸) روکنا۔ جیسے اب تو اپنے بھائیوں کی مدد کرنے سے انہوں نے
ہاتھ کھینچ لیا۔

(۹) تلوار سونتنا۔ یا میان سے باہر نکالنا۔ جیسے چور کو گھر میں دیکھ کر
وہ تلوار کھینچ کر مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔

داغ ؎ سنگِ مقناطیس ہیں ہم سخت جان
کھینچ اے قاتل ذرا شمشیر کھینچ

(۱۰) کمانا۔ جیسے آج کل تو جاپان والے خوب روپیہ کھینچ رہے ہیں۔

داغ ؎ ناصح قمار گاہِ محبت میں جی نہ ہار
دل کو لگا کے نفع اُٹھا خوب مال کھینچ

(۱۱) آہ بھرنی۔ جیسے شاہزادے کو مُردہ دیکھ کر بادشاہ
نے ایک آہ کھینچی۔

داغ ؎

وہ ٹھنڈے ٹھنڈے چین سے گھر کو چلے گئے
لے اور آہِ سردِ دلِ پر ملال کھینچ

(۱۲) سولی چڑھانا یا سولی پہ چڑھانا۔ جیسے اس ظالم کو سولی چڑھاؤ یا سولی پر چڑھاؤ یا کھینچو۔

قامت دکھا کے آج صنوبر کو کر قلم
سولی پہ سرو باغ کو لے نونہال کھینچ

(۱۳) نقش کرنا۔ بنانا۔ جیسے دو انچ لمبا ایک خط کھینچو۔ مثلث کے گرد ایک دائرہ کھینچو۔ مصور نے اچھی تصویر کھینچی ہے۔

کھینچ یوں رمال میرا زائچہ
شکل میری یار کی تصویر کھینچ

(۱۴) طول کھینچنا۔ انتظار کھینچنا۔ جیسے ابھی مرض طول کھینچے گا یا پکڑے گا۔

ایسے نہیں ہیں وہ جو چلے آئیں گے ابھی
تو اُن کا انتظار ظفر دوپہر تو کھینچ

(۱۵) مُشکیں کھینچنا (باندھنا یا کسنا)

کھینچ مشکیں مری زلفوں سے لیا گر بوسہ
کیا ہے طاقت جو کہے بھی یہ گنہگار نہ کھینچ

تیرھواں باب

گ

گانا۔ (۱) شہرت دینی۔ جیسے اُس کی بھلائیوں کو کہاں تک گاؤں۔

(۲) ظاہر کرنا۔ بیان کرنا۔ جیسے تم اپنی گاتے ہو وہ اپنی گاتا ہے۔
(۳) گُن گانا۔ جَس گانا۔ جیسے سخی کے سب گُن گاتے ہیں یعنی تعریف کرتے ہیں۔

گانٹھنا۔ (۱) بڑے بڑے ٹانکے لگانا۔ مرمّت کرنی۔ جیسے چمار جوتا گانٹھ رہا ہے۔ فقیر اپنی گدڑی گانٹھ رہا ہے۔

ظفرؔ
چاہئے حسرت ہے کہ اس تارِ رگِ جاں سے مری
کفشِ پا کو نہ کسی نے بُری دلبر گانٹھا

(۲) لاپروائی سے یا جلدی میں کوئی کام کرنا۔ جیسے منصوبہ گانٹھنا۔ شعر گانٹھنا۔ مُشاعرے ہی میں دو چار شعر گانٹھ لئے۔ بہتیرے منصوبے گانٹھتے ہیں یا باندھتے ہیں لیکن کوئی پورا نہیں ہوتا۔
(۳) دوست بنانا یا متفق کرنا۔ جیسے آج کل دیوان صاحب کو تم نے خوب گانٹھ رکھا ہے۔

ظفرؔ
ہم سے ہر بات پہ اُکھڑے ہی تو یوں او ظالم
نہیں معلوم تجھے غیر نے کیونکر گانٹھا

گدرانا۔ (۱) پھل کا ادھ کچرا ہونا۔ جیسے گدرایا ہوا آم نہ کھاؤ۔ کہیں آنکھیں دُکھنے نہ آجائیں۔
(۲) بدن کا بھرنا یا موٹا تازہ ہونا۔ جوانی میں اس کا بدن گدرا گیا۔

رند ؎ طفلی سے جوانی نے تصرّف جو کیا ہے
گدرا گیا کافر کا بدن اور نہ زیادہ
(۳) آنکھیں دُکھنے آنی۔ جیسے کل سے میری آنکھیں گدرا رہی ہیں۔

گُدگُدانا۔ (۱) ہنسی دلانی۔ جیسے بچّے کو اتنا نہ گدگداؤ کہیں دُودھ نہ ڈال دے۔
داغ ؎ جو مرے دل میں ہو کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے
گدگداؤں تو کہوں پاؤں دباؤں تو کہوں
(۲) اشتیاق زیادہ کرنا۔
اسیر ؎ کیا کہوں شوخیِ نگاہِ بُتاں
دل کو نظروں میں گدگداتی ہے
(۳) بھڑکانا۔ اُبھارنا۔
آتش ؎ پڑ چکے تھے دستِ گستاخ اُس کمر کے درمیاں
شوقِ وصلِ یار دل کو گدگدا کر رہ گیا
(۴) چھیڑنا۔ دل لگی کرنی۔ ؎
نہ گدگدایئے اتنا کہ آدمی رُو دے
تمہیں ہنسی ہے یہاں میری جان جاتی ہے
(۵) گھوڑے کے ایڑ لگانی۔
ذوق ؎ یہ صید بستۂ فتراک کھل پڑے نہ کہیں
سمندِ ناز کو کیوں اتنا گدگداتے ہو

گرنا گرانا۔ (۱) ڈھینا۔ جیسے کمرے کی دیوار گرتے ہی چھت آن پڑی۔
(۲) نزلہ یا فالج گرنا۔ جیسے اس کے داہنے ہاتھ پہ فالج گرا ہے
تمہارے دانتوں پہ نزلہ گرا ہے۔
(۳) ٹپکنا۔ جیسے باپ کی آنکھوں سے آنسو گرتے ہی لڑکے کا دل بھر آیا۔
سہ طفل سرشک باعث افشائے راز ہے
آنکھوں سے کیا گرا مرے جی سے اتر گیا
(۴) کبوتر کا دوسری چھتری پر بیٹھنا۔ جیسے کل تمہارے دو کبوتر گرے۔
شہیدی سہ کوہکن کا خط شہیدی جو کبوتر لے گیا
قصر شیریں بھول کر خسرو کے ایواں پر گرا
(۵) کسی چیز پر فوراً زیادہ مائل ہونا۔ جیسے کبوتر زمین پر اترتے
ہی دانے پر گرا۔
شہیدی سہ قتل کے دن دوڑ کر میں پائے جاناں پر گرا
تشنۂ عمر خضر تھا آب حیواں پر گرا
جرأت سہ حقا کہ تو وہ جنس ہے بازار حسن میں
بے اختیار جس پہ خریدار گر پڑے
(۶) حمل کا نکل جانا۔ جیسے عورت کی کمزوری کی وجہ سے حمل گر گیا۔
(۷) پھسلنا۔ لڑھکنا۔ جیسے کون گرا۔
سہ گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

(۸) نظروں سے گرنا۔ بمعنے بے عزت یا بے وقعت ہونا۔ جیسے رشوت لینے کی وجہ سے وہ حاکم کی نظروں سے گر گیا۔

امانت ؎ چڑھ گیا جب کہ فلک پر مری آہوں کا دھواں
گر گئی خلق کی نظروں سے گھٹا ساون کی

(۹) کثرت سے جمع ہونا۔ بھیڑ بھاڑ ہونی۔ جیسے میٹھے آموں پر بڑے خریدار گر رہے ہیں۔

غافل ؎ ایک بھی دیکھا نہیں نے مہر و مہ کا مشتری
گرتے ہیں گاہک ہزاروں جنس حسن یار پہ

(۱۰) کنوئیں میں ڈوبنا۔ جیسے ایک عورت اپنے خاوند سے لڑ کر کنوئیں میں گر گئی۔

(۱۱) طبیعت کا کمزوری کی وجہ سے نڈھال یا مضمحل ہونا۔ جیسے بھوک کے مارے جی گرا جائے ہے۔

(۱۲) گرا پڑا۔ بمعنے ذلیل یا بے وقعت۔ کمینہ۔ جیسے وہ کچھ گرا پڑا شاعر تو ہے ہی نہیں جو بن بلائے چلا آئے۔

سحر ؎ جو ہوں گرے پڑے وہی گھر میں پڑے رہیں
شامت ہماری ہم جو گلی میں اڑے رہیں

داغ :۔ ؎

پایا نہ اس گلی میں دل اپنا کسی جگہ
ہم یوں گرے پڑے تو بہت ڈھونڈ لائے دل

گزرنا۔(۱) تمام ہونا بسر کرنا۔ جیسے باتوں میں سارا وقت گزر گیا۔
مصحفیؔ ؎ نہ جھپکی نہ جھپکی ذرا آنکھ میری
یہ شب مجھ کو اختر شماری میں گزری
(۲) مرنا۔ جیسے کل آپکے والد ماجد گزر گئے۔ بچہ تو کل ہی گزر گیا۔
امانتؔ ؎ وہاں نہ لے جائے گی تو جی سے گزر جاؤں گا
آپ میں اپنا گلا کاٹ کے مر جاؤں گا
(۳) اتفاق سے کسی جگہ جا نکلنا۔ جیسے بادشاہ کے خیمے کے پاس سے
ایک قافلہ گزرا۔
(۴) ترک کرنا۔ باز آنا۔
داغؔ ؎ ناچار اختیار کیا شیوۂ رقیب
کچھ بے حیا ہی خوب ہیں گزرے حیا سے ہم
(۵) شاق گزرنا۔ یعنے بُرا لگنا۔ جیسے میرا یہاں آنا آپ کو کیوں
شاق گزرتا ہے۔
(۶) بیتنا۔ پیش آنا۔ جیسے خدا ہی جانتا ہے مفلسی میں مجھ پر کیا گزری۔
جرأتؔ ؎ کسی کو قتل جب کرتا ہے وہ بہت روبرو میرے
خدا ہی جانتا ہے مجھ پہ جو اس دم گزرتا ہے
(۷) چل دینا۔ رخصت ہونا۔
اسیرؔ ؎ اے روح شب گزر گئی وہ ماہ رو چلا
تو بھی جہاں سے صورت شمع سحر گزر

(۸) پار اُترنا۔ جیسے جس وقت فوج دریا سے گذرنے لگی چڑھاؤ آگیا۔

(۹) آر پار ہونا۔ جیسے گولی ران سے گزر گئی یعنی پار ہو گئی۔

مُصحفی ؎ لذتِ زخم میں بے خود ہیں ہمیں کیا معلوم
آہ سینے سے کہ وہ تیر سپر سے گزرا

تنبیہ:۔ واضح ہو کہ اسی مصدر سے لفظ "گزری" جسکو گدڑی بھی کہتے ہیں نکلا ہے۔ گزری یا گدڑی اُس چوک کو کہتے ہیں جو شام کے وقت سرِراہ پُرانی دُھرانی چیزیں بیچنے کے لئے لگتا ہے۔

ذوق ؎ بیٹھے ہیں دل کے بیچنے والے ہزار ہا
گزری ہے اس کی راہ گزر پہ لگی ہوئی

مُصحفی ؎ اے مصحفی گدڑی کی ذرا سیر تو کر لے
جاتا ہے کہاں دن ابھی دو چار گھڑی ہے

گُھلنا گُھلانا۔ (۱) حل ہو جانا۔ جیسے ابھی اولا پانی میں گُھلا نہیں پورا گُھل گئی۔

(۲) کسی پھل کا خوب پک جانا۔ یا نرم ہو جانا۔ جیسے ابھی آڑو گُھلے نہیں۔ جامنوں کو ہنڈیا میں ڈال کر گھلا لو۔

(۳) پگھلنا۔ دھوپ میں پڑی پڑی ساری برف گُھل گئی۔

حضور آصف ؎ عاشق و معشوق کی دل کی لگی میں ہے یہ فرق

شمع گھُلنے ہی گھُلی پروانہ پل میں خاک تھا

(۴) دن بدن زیادہ دُبلا ہوتا جانا۔ جیسے وہ تو فکر کے مارے گھُلا جاتا ہے۔

جرأت سے

کھا کھا کے غم ہر ایک کا یاں تک گھُلے کہ بس
دُنیا ہی سے ہمیں غم احباب لے گیا

(۵) گھُل گھُل کر مرنا۔ بمعنے سوکھ کر مرنا۔ جیسے تحصیلدار صاحب بیٹے کے غم میں گھُل گھُل کر مرے۔

ناسخ :۔ سے

مرگیا گھُل گھُل کے ناسخ آدمی کیا دیکھنے
لے گئے آخر ملک اس کا جنازہ دوش پر

(۶) گھُل مل کر باتیں کرنی۔ بمعنے نہایت پیار محبّت سے آپس میں بولنا۔ جیسے اب تو دونوں بھائیوں میں سلوک ہو گیا ہے۔ گھُل مل کر باتیں کرتے ہیں۔

چودھواں باب

ل

لگنا۔ لگانا۔ (۱) نصب کرنا۔ کھڑا کرنا۔ جیسے ابھی اس مکان میں

نل نہیں لگا۔

(۲) سدھنا۔ ہلنا۔ جیسے تمہارا کتا آواز پر لگا ہوا ہے (یا ہلا ہوا ہے)

(۳) چپکنا۔ جیسے میرے پاؤں میں کیچڑ لگ گئی۔ کیا تمہارے پاؤں میں مہندی لگی ہوئی ہے۔

(۴) نقش ہونا۔ جیسے عرضی پر مُہر لگا دو۔ کل سے سکّوں پر نیا ٹھپّا لگے گا۔

(۵) حساب کرنا۔ جیسے دو روپے سینکڑہ کا سود لگا لو۔ حساب لگا لو کہ مہینے میں کیا خرچ ہو گا۔

(۶) تیزی محسوس ہونی۔ جیسے زخم میں شراب لگتی ہے۔

(۷) کوئی بات تجویز ہونی۔ جیسے اس مکان کی کیا بولی لگی۔ اس مقدمے پر کونسی دفعہ لگی۔

(۸) ملنا۔ یا پانا۔ جیسے مُجرم کا پتہ نہیں لگا۔ (یا ملا)

(۹) خرچ بیٹھنا۔ جیسے فی نفر کیا لگا۔ (یا کیا بیٹھا)

(۱۰) دُھن لگنا یا لَو لگنا۔ بمعنی نہایت مشتاق یا خواہشمند ہونا۔ جیسے اب تو اسے شادی کی دُھن لگ رہی ہے یا لَو لگ رہی ہے۔

ظفر ؎ کچھ آپ سے پروانہ نہیں آگ میں جلتا
لگ جاتی ہے جب شمع کی لَو بن نہیں آتی

داغ ؎ اے شمع رُو لگی ہے مری بس تجھی سے لَو!
پروانہ سا فراق میں کب تک جلا کروں

(۱۱) خیال لگنا بمعنی تشویش ہونی۔ جیسے یہی خیال لگ رہا ہے کہ بہت دن سے اُس کا خط نہیں آیا۔
(۱۲) سکڑنا۔ جیسے بھوک کے مارے تمہارا پیٹ لگ گیا۔
(۱۳) چھل جانا۔ خراش پیدا ہو جانی۔ جیسے مریض کی لیٹے لیٹے پیٹھ لگ گئی۔
(۱۴) اثر کرنا۔ جیسے تمہیں تو یہاں کی آب و ہوا دوا ہو کر لگی۔ اُسے (یا اس کو یا اس کے) لُو لگ گئی۔
(۱۵) ٹھیک بیٹھنا۔ جیسے یہ عینک میرے نہیں لگتی۔
(۱۶) استعمال کرنا۔ جیسے تم کب سے عینک لگاتے ہو۔
(۱۷) جُڑنا۔ گاڑی میں ابھی انجن لگا نہیں۔
(۱۸) محسوس کرنا۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اُسے گرمی لگ رہی ہے۔
(۱۹) خوشنما معلوم ہونا۔ جیسے اس کے بدن پر کوٹ کیسا اچھا لگتا ہے۔
(۲۰) کاٹ کرنی۔ جیسے دانتوں میں پانی لگتا ہے۔
(۲۱) تھوڑا چلنا۔ جیسے قلیئے کا مصالح لگ گیا۔
(۲۲) دربار لگنا بمعنی ارکانِ سلطنت کا بادشاہ کی مجلس میں جمع ہونا۔

کہیئے کیونکر نہ اُسے بادشہِ کشورِ حُسن
کہ جہاں جائے وہ بیٹھا وہیں دربار لگا

(اب اس محاورے کا استعمال کم ہوتا جاتا ہے۔ بجائے دربار لگنا دربار ہونا بولتے ہیں)

تنبیہ :- واضح ہو کہ "کالج لگنا" یا "کلاس یا جماعت لگنا" بولنا خلافِ محاورہ ہے۔ جیسے یہ فقرہ درست نہیں :- آج کالج نہیں لگے گا۔ کل انگریزی کی جماعت نہیں لگی۔ یوں کہنا چاہیئے :- آج کالج نہیں کھلے گا۔ یا آج کالج میں کام یا پڑھائی نہیں ہوگی۔ یا آج کالج نہیں ہوگا۔ کل انگریزی کی جماعت نہیں ہوئی۔

(۲۳) بازی لگانی ۔ بمعنی شرط بدنی ۔ جیسے ہم بازی لگاتے ہیں کہ اٹلی ہارے گی۔

(۲۴) کچھ رقم داؤ پر رکھنا۔ جیسے ہم پانچ روپے لگتے ہیں یا لگاتے ہیں۔

(۲۵) شامل ہونا۔ مقرر ہونا۔ جیسے اگر یہ کتاب نصاب میں لگ جائے تو بڑا فائدہ ہو۔ اس رقم کو جیب خرچ میں لگا لیجئے۔

(۲۶) ذمہ پڑنا۔ جیسے اگلے سال سے ایک نیا ٹیکس لگے گا۔

(۲۷) مشغول ہونا۔ جیسے کس کام میں لگے ہوئے ہو۔

(۲۸) مُنہ لگنا یا لگانا۔ یا مُنہ سے لگانا بمعنے عادی ہو جانا۔ بے ادب ہو جانا۔ یار بن جانا۔ جیسے چپا اور چغلخور مُنہ لگا بُرا۔

ذوقؔ ؎ اے ذوق دیکھ دخترِ رز کو نہ مُنہ لگا
چھٹتی نہیں ہے مُنہ سے یہ کافر لگی ہوئی

(۲۹) چھیڑنا۔ رکھنا۔ جیسے میرے زخم پر ذرا سا مرہم لگا دو یا پھاہا لگا دو۔

(۳۰) لعل لگنے یا سُرخاب کا پَر لگنا۔ بمعنی انوکھا پن ہونا یا کوئی اعلیٰ

وصف ہونا۔ جیسے تمہارے خربوزوں میں کیا لعل لگے
ہیں جو دُو گنے مُول بیچتے ہو۔ تمہاری ٹوپی میں کیا سُرخاب کا
پَر لگا ہے جو اُس کے ہاتھ ہی نہیں لگاتے دیتے۔

ذوقؔ ~ بوسے کے مانگتے ہی پھیرے چتون کو لگے
ایسے کیا لعل لبِ غیرتِ گلشن کو لگے

(۳۱) ترتیب سے رکھنا۔ جیسے کتابوں کو الماری میں لگا دو۔
(۳۲) محبّت کرنی۔ جیسے دُنیا سے دل نہ لگانا۔ ع
دل لگی سمجھے تھے ہم پہلے لگانا دل کا
(۳۳) گُھسنا۔ جیسے میرے پھانس لگ گئی ہے۔
(۳۴) آپہنچنا۔ جیسے ابھی کشتی گھاٹ پر نہیں لگی۔
(۳۵) بچھانا۔ جیسے مچھلیاں پکڑنے کو پانی میں جال لگاؤ۔
(۳۶) تاک لگانا۔ یا گھات لگانا۔ بلّی چوہے پر تاک لگا رہی ہے
یا گھات لگا رہی ہے۔
(۳۷) سِلنا ٹنکنا۔ جیسے ابھی کوٹ میں بٹن نہیں لگے۔ جوتے میں نیا تلا لگوالو۔
(۳۸) شامل کرنا۔ جیسے اس عرضی کو بھی مسل میں لگا دو۔
(۳۹) جڑ پکڑنی۔ جیسے پنجاب میں نیم کا درخت نہیں لگتا۔

~ جو ہوا تیرا کُشتۂ قامت
سرو اُس کے سرِ مزار لگا

(۴۰) اندازہ ہونا۔ جیسے آٹا دس سیر تو نہیں لگتا۔

(۴۱) اُگنا۔ اب کے اس درخت میں پھل نہیں لگا۔
(۴۲) رشتہ داری ہونی۔ جیسے وہ میرا ماموں لگتا ہے۔
(۴۳) شروع کرنا۔ جیسے میرا لڑکا انگریزی پڑھنے لگا۔

رِندؔ ؎ پایا نہ جبکہ اُس گُلِ رعنا کو باغ میں
گلشن میں سر پہ خاک اُڑانے صبا لگی

(۴۴) دن لگنا۔ بھینے اترانا۔ گھمنڈ کرنا۔ جیسے اُسے کیا دن لگے ہیں کہ کسی سے سیدھی طرح بات ہی نہیں کرتا۔

؎ ہر صبح اُٹھ جو آتا ہے تیری برابری کو
کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشیدِ خاوری کو

لینا۔ (۱) قبول کرنا۔ جیسے اب تو آپ ہمارا اسلام بھی نہیں لیتے۔
(۲) مونڈنا۔ جیسے ذرا ذرا سے مُونچھوں کے بال بھی لے لو۔
(۳) ساتھ ہونا۔ جیسے نادر شاہ بڑی فوج لے کر ہندوستان پہ چڑھ آیا۔
(۴) کرانا۔ جیسے دونوں ملازموں کے مچلکے لے لو۔ مجھ سے وعدہ لے لو۔
(۵) نقصان پہنچانا۔ جیسے میں نے تمہارا کیا لیا ہے جو ناراض ہوتے ہو۔
(۶) اختیار کرنا۔ جیسے تم نے امتحان میں کیا کیا مضمون لئے تھے۔

(۷) ذکر کرنا۔ جیسے میرے آگے اُس کا نام نہ لو۔
(۸) رشوت کھانی۔ جیسے تھانہ دار تو کھلم کھلا لیتا ہے۔
(۹) آڑے ہاتھوں لینا۔ بمعنے لعنت ملامت کرنی یا نہایت شرمندہ کرنا۔ جیسے اُس نے میرا ٹٹو تو چُرا ہی لیا لیکن میں نے بھی اُسے ایسا آڑے ہاتھوں لیا کہ شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا۔
(۱۰) بازی لے جانا یعنی جیتنا۔ جیسے ہرن سے خرگوش بازی لے گیا۔
(۱۱) ٹانگ لینی۔ یعنی سر ہونا، پیچھے پڑنا یعنے جھگڑا کرنا۔ جیسے گھر میں گُھسا اور بیوی نے ٹانگ لی۔
(۱۲) پینا۔ جیسے شربت کے دو چار گھونٹ لے لو۔
(۱۳) دم لینا۔ بمعنے انتظار کرنا۔ ٹھیرنا۔ جیسے ذرا دم لو ابھی کھانا آتا ہے۔
(۱۴) کھینچنا۔ جیسے درد کی وجہ سے سانس نہیں لیا جاتا۔
(۱۵) پکڑنا۔ جیسے لینا چور آ رہا ہے۔
(۱۶) گود لینا یعنی بیٹا بنانا۔ اُنہوں نے میرے بھائی کو گود لیا ہے۔
(۱۷) گودی میں چڑھانا۔ جیسے ذرا بچے کو لے لو (یا پکڑ لو) - میں روٹی پکا لوں۔
(۱۸) فتح کرنا۔ جرمنوں نے بڑی آسانی سے قلعہ لے لیا۔
(۱۹) انتخاب کرنا۔ جیسے مختلف کتابوں میں سے مضمون لئے ہیں۔
(۲۰) لینے کے دینے پڑنا یعنی نا آنے کے بدلے نقصان ہونا۔

مصیبت آجانی۔ جیسے ڈاکٹر کی دوا سے تو لینے کے دینے پڑ گئے

عارف :۔ ؎

زہر ہو جاتی ہے حق میں اُس مریضِ عشق کے
جب پلائی کچھ دوا لینے کے دینے پڑ گئے

(۲) لینے میں نہ دینے میں۔ بمعنی بے غرض۔ بُرے میں نہ بھلے میں۔ جیسے
میں کسی کے لینے میں نہ دینے میں۔ مجھے خواہ مخواہ بدنام کرتے ہو۔

ناسخ :۔ ؎

ناسخ نہ لینے میں ہوں کسی کے نہ دینے میں
مُفلس سے کچھ غرض ہے نہ زردار سے غرض

پندرھواں باب

م

مارنا :۔ (۱) تھکانا۔ مغلوب کرنا۔ جیسے مجھ کو تو بیماری نے مار لیا
ورنہ خاصا ہٹا کٹا تھا۔

داغ ؎ پھر گیا روزِ حشر دل مجھ سے
مجھ کو دل کر گواہ نے مارا

(۲) بے حُرمت کرنا۔ جیسے اُسے تو لالچ نے مارا۔

داغ ؎ دیکھ اے داغؔ اہلِ دُنیا کو
ہوسِ عزّ و جاہ نے مارا

(۳) محسوس ہونا۔ جیسے مُوری میں کیسی بُو مار رہی ہے۔
(۴) فریفتہ کرنا۔ جیسے ہمیں تو آپ کے نخروں نے مارا۔
(۵) دبانا۔ یہ لڑکا پڑھنے کا کیا شوقین ہے۔ صبح ہوتے ہی بستہ بغل میں مارا اور مدرسے چل دیا۔
(۶) ٹانکے مارنا۔ بمعنی سینا۔ جیسے ذرا اس کھونپ میں دو ٹانکے ماردو۔
(۷) آنکھ مارنا۔ بمعنے آنکھ سے اشارہ کرنا۔ جیسے کہا اُس نے آنکھ ماردی جو ہم سے بات ہی نہیں کرتے۔
(۸) زور گھٹانا۔ جیسے یہ دوا گرمی کو مارتی ہے۔
(۹) جُھکانا۔ جیسے یہ بنیا کبھی پورا نہیں تولتا۔ ڈنڈی مارے بغیر نہیں رہتا۔
(۱۰) دَم مارنا۔ بمعنے سانس لینا۔ جیسے آج کل تو کام کے مارے دَم مارنے کی فرصت نہیں ملتی۔
(۱۱) ضبط کرنا۔ پی جانا۔ جیسے خانگی جھگڑوں میں غصّے کا مارنا ہی اچھا ہے۔
(۱۲) سر مارنا۔ بمعنے کوشش کرنی۔ جیسے بہتیرا سر مارتے ہیں کوئی کام بنتا ہی نہیں۔

ذوق ؎ گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

(۱۳) کرنا۔ لگانا۔ جیسے شیخی مارنا۔ قہقہہ مارنا۔ غوطہ مارنا۔ زور مارنا۔

ذوق ؎ ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا
کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب ؛ ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

داغ ؎ قلزمِ عشق میں ہے گوہرِ مقصودائے دل
تو نے غوطہ نہ کبھی اُس میں شناور مارا

(۱۴) مرجھا دینا۔ جیسے پالے نے اُس پودے کو مار دیا۔

(۱۵) تباہ کرنا۔ جیسے مصیبت کے مارے کو کوئی نہیں پوچھتا۔

حضور نظام آصف ؎

ادا سے لوٹ لیا دل فراق نے مارا ؛ نہ ابتدا ہی کچھ اچھی نہ انتہا اُن کی

(۱۶) دبانا۔ جیسے کوئی چیز بھی پیاز کی بُو کو نہیں مار سکتی۔

(۱۷) بے ایمانی سے نہ دینا۔ جیسے اُس نے میرے دس روپے مار لئے۔

(۱۸) چلانا۔ چھوڑنا۔ جیسے ایک ایسا تیر مارا کہ بے چارہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔

(۱۹) دھتکارنا۔ جیسے کُتّے کو مارنا۔ کہیں روٹی نہ کھا جائے۔

(۲۰) فتح کرنا۔ لڑائی جیتنی۔ جیسے سنتے ہیں یونان والوں نے بڑا میدان مارا۔

معروف ؎ جنسِ صبر و خرد لُٹی معروفؔ
مُلکِ دل فوجِ غم نے آ مارا

سولھواں باب

ہ

ہونا۔ (۱) سرانجام پانا۔ جیسے تم سے یہ کام نہ ہوگا۔ مصرع

جو کام کیا ہم نے وہ رستم سے نہ ہوگا

(۲) بھوت پلیت کا خلل ہونا۔ نظر لگنی۔ جیسے بچے کو تو کچھ ہو گیا۔

(۳) مچنا۔ جیسے آج کل تو اُن کی بڑی شہرت ہو رہی ہے۔

(۴) جاتا رہنا۔ زائل ہونا۔ جیسے ہندوستان کی پہلی عظمت کو کیا ہوا

(۵) کیا ہُوا یعنی کچھ مضائقہ نہیں۔ جیسے اگر تمہارے مجھ سے دو نمبر زیادہ آ گئے تو کیا ہوا۔ ہ

کیا ہُوا رکھتا ہے کلن سیلنکڑوں بنگلے زمین ؛ کیا ہوا گر پاس میرے ایک بنگلہ بھی نہیں

(۶) قرار پانا۔ جیسے اگر کاغذ ہوا سے اُڑ گیا تو بھی میرا ہی قصور ہوا۔

داغ ؎

نہ مٹا نقش غیر جی سے ترے

یہ بھی میرے ہی دل کا داغ ہوا

(۷) پیدا ہونا۔ جیسے اس کے لڑکا ہوا ہے۔

(۸) واقع ہونا۔ جیسے کل کلکتے میں کیا ہوا۔

(۹) ہو آنا۔ یعنی جانا۔ جیسے آپ تو کلکتے ہو آئے ہیں یعنی جا چکے ہیں

آپ دفتر ہو آئیے پھر مشورہ کریں گے۔

(۱۰) ملازمت میں ہونا۔ جیسے کیا اب بھی آپ اُسی محکمہ میں ہیں۔

(۱۱) لاحق ہونا۔ جیسے کل سے مجھے بخار ہو گیا۔

(۱۲) ہونا نہ ہونا یعنی کامیابی کا ہونا یا نہ ہونا۔ جیسے تمہارے لئے کوشش تو بہتیری کر دی ہے۔ اب ہونا نہ ہونا تقدیر کی بات ہے۔

تیسری فصل

مختلف موقعوں کے مناسب بامحاورہ فقرے

پہلا باب

وقت کے متعلق

کیا بجا ہے۔ کیا وقت ہے۔ کے بجے ہیں۔

واضح ہو کہ "کتنے بجے ہیں" خلافِ محاورہ ہے کیونکہ لفظ کتنے زیادہ تعداد کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے لڑائی میں کتنے آدمی مارے گئے کتنے زخمی ہوئے۔ اسی طرح "کتنا وقت ہے" اور "کے بجے ہیں" ہم معنی فقرے نہیں ہیں۔ "کتنا وقت ہے" سے یہ مراد ہے کہ مقررہ وقت میں سے کس قدر وقت باقی ہے۔

سوا بجا ہے۔ ڈھائی بجنے والے ہیں۔ سوا دو بجے ہیں۔ پونے تین بج چکے۔

تنبیہ :۔ اہلِ زبان "سوا ایک" اور "اڑھائی" نہیں بولتے سوا بطور مفرد مستعمل ہے اور اسکے بعد فعل اور اسمِ واحد آتا ہے۔ جیسے ابھی ریل کے آنے میں سوا گھنٹہ باقی ہے۔

ابھی صبح نہیں ہوئی یا سویرا نہیں ہوا۔ دن چڑھ گیا۔ دوپہر ڈھل گئی۔ تیسرا پہر

ہوئے (یا ہونے کو) آیا۔ سرِ شام ہے۔ رات ہوگئی۔ آدھی رات ڈھل چکی۔ تڑکا ہے۔ پانچ بجا چاہتے ہیں۔ چراغ جلے یا (ہندو) دیا بلے کا وقت ہے۔

پانچ بجنے میں بیس منٹ (باقی) ہیں۔ سات بج کر دس منٹ ہوئے (یا گئے) تمہاری گھڑی میں گیارہ بج چکے۔ گھنٹے میں ابھی بارہ نہیں بجے۔ نو کا عمل ہے۔ یعنی تقریباً نو بجے ہیں۔

واضح ہو کہ "میری گھڑی سے پانچ بجے ہیں" خلافِ محاورہ ہے "میری گھڑی میں پانچ بجے ہیں" کہنا چاہیے۔

میری گھڑی پانچ منٹ آگے ہے۔ گھنٹہ دس منٹ پیچھے ہے۔ کیا تم نے گھڑی کو کوک دیا۔ میں نے گھنٹے میں کوک دے دی ہے۔

تنبیہ:۔ گھڑی صرف ہاتھ پہ باندھی جاتی ہے۔ یا جیب میں لگائی جاتی ہے۔ ٹائم پیس یا کلاک کو گھڑی نہیں کہنا چاہیے۔ خواہ گول ہو یا چوکھونٹا۔ گھنٹہ کہنا چاہیے۔

دوسرا باب

جاڑوں سے متعلق

جاڑے آگئے۔ سردی ہونے لگی یا پڑنے لگی۔ جاڑوں میں دھوپ اچھی لگتی ہے۔

تنبیہ:۔ واضح ہو کہ اہلِ زبان لفظ سردئیں یا سردیاں یا سردیوں استعمال نہیں کرتے ہاں لفظ گرمئیں یا گرمیاں یا گرمیوں بولا جاتا ہے۔ جیسے گرمیوں کے دن بڑے ہوتے ہیں۔ جاڑوں کے دن چھوٹے ہوتے ہیں۔ (بجائے "سردیوں"

"جاڑوں" استعمال کرنا چاہیئے) ۞ جاڑوں کے کپڑے پہن لو۔ آگ سے تاپ لو۔ آج بڑی سردی یا ٹھنڈ پڑ رہی ہے۔ دانت سے دانت بج رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں اولا ہو رہے ہیں۔ سردی سے اکڑے جاتے ہیں۔ ذرا دھوپ کھالو یا دھوپ میں سینک لو۔ پانی برف ہو رہا ہے۔ جاڑے کے مارے ہاتھ پاؤں گلے جاتے ہیں۔ ٹھنڈ سے پاؤں شل ہو گئے۔ سورج نکلا اور کہر اڑی۔ ٹھنڈ یا سردی سے انگلیاں اینٹھی جاتی ہیں۔ مجھے کل سردی لگ گئی۔ سردی سے ہاتھ پاؤں رہ گئے۔ یعنی بے حس و حرکت ہو گئے۔ مہاوٹوں کے بعد کڑاکے کا جاڑا پڑتا ہے۔

تیسرا باب

گرمیوں کے متعلق

گرمیاں (بول چال میں گرمئیں) آگئیں سخت (یا تیز) دھوپ پڑنے لگی۔ لو چلنے لگی۔ دن پہاڑ ہو گئے (یعنی بہت لمبے) پیاس بجھائے بجھتی ہی نہیں پسینہ بہے چلا جاتا ہے۔ پنکھا ہاتھ سے نہیں چھٹتا۔ رات کو مچھر اُدھیڑ اُدھیڑ کر دَدُوڑے ڈال دیتے ہیں۔ نیند نہیں بھرتی۔ پچھلے پہر ذرا ٹھنڈک ہو جاتی ہے تو آنکھ جھپک جاتی ہے۔ کھٹملوں نے کاٹا اور نیند اُچاٹ ہوئی۔ آج بڑا حبس ہو رہا ہے۔

چوتھا باب

برسات کے متعلق

بادل گھر آئے۔ بادل چھا گئے۔ اندھیری جھک آئی۔ بادل گرج رہے ہیں بجلی کڑک رہی ہے یا چمک رہی ہے۔ کیا کالی گھٹا جھوم کے آئی ہے۔ گھنگھور گھٹا چھائی ہے۔ بوندا باندی ہونے لگی۔ کیا سُہانا وقت ہے۔ آنکھوں میں تراوٹ آرہی ہے۔ اب تو مُوسلا دھار یا دھُواں دھار برسنے لگا۔ نالیاں چلنے لگیں۔ اولتیاں ٹپکنے لگیں۔ چھت میں ٹپکا لگ رہا ہے۔ مینہ تھم گیا۔ اِکادُکا بوند پڑ رہی ہے بادل پھٹ گئے یا گیا۔ کیا تڑاقے کی دھُوپ نکلی ہے۔ مطلع صاف ہو گیا۔

پانچواں باب

مختلف جانوروں کی بولیاں

ہاتھی چنگھاڑتا ہے۔ گھوڑا ہنہناتا ہے۔ گدھا رینگتا ہے۔ بلّی میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ بھیڑ ممیاتی ہے۔ بکری بھنبھناتی ہے۔ گائے ڈکراتی ہے۔ شیر دہاڑتا ہے۔ کتّا بھونکتا ہے (یا غرّاتا ہے) مور جھنکارتا ہے۔ سانپ پھنکارتا ہے۔ طوطا ٹیں ٹیں کرتا ہے۔ کوّا کائیں کائیں کرتا ہے۔ چڑیا چوں چوں کرتی ہے۔ مینڈک ٹرّاتا ہے بلبل چہچہاتا ہے (یا چہچہاتی ہے) کوئل کوکتی ہے۔ کبوتر غٹرغوں کرتا ہے۔ مرغا بانگ دیتا ہے یا ککڑوں کوں کرتا ہے۔ گیدڑ ہُو ہُو کرتا ہے۔

چھٹا باب

ریل کا سفر

میں ڈاک گاڑی سے جاؤں گا۔ ڈیوڑھے درجے کا ٹکٹ لونگا۔ ریل کا وقت ہوگیا
ذرا جلدی کرو۔ کہیں اس گاڑی سے رہ نہ جائیں۔ گاڑی نکل نہ جائے۔ لو وہ گاڑی نے سیٹی
دی۔ ابھی گاڑی حرکت میں ہے ذرا گاڑی کو ٹھیر جانے دو۔ آج تو مسافروں کی بڑی بھیڑ بھاڑ
ہے۔ کئی آدمی رہ گئے۔ گاڑی چل دی۔ یہ ڈاک ہے۔ بہت سے اسٹیشنوں کو چھوڑ جائیگی۔ بڑے
بڑے اسٹیشنوں پر ہی ٹھیریگی۔ (رُکے گی بولنا خلاف محاورہ ہے) آپکے درجے میں تو بڑی
بھیڑ ہے۔ ہمارے درجے میں آجائیے۔ اس ٹرین میں سات گاڑیاں (یا گاڑئیں) لگی
ہوئی ہیں ہر گاڑی میں آٹھ آٹھ درجے ہیں۔ گاڑی چھُٹنے والی ہے پچھلی گاڑی
کٹ جائے گی۔ آج ٹرین یا گاڑی ذرا دیر میں آئی ہے۔

تنبیہ:۔ عام لوگ اکثر لفظ "ڈبہ" گاڑی یا درجے کی بجائے بولتے ہیں لیکن لفظ "ڈبہ" کے معنی
چھوٹا بکس یا صندوقچہ ہیں اور درجے کے معنی کمرہ یا کوٹھری بھی ہیں۔ چونکہ ٹرین کی ہر گاڑی
میں کوٹھریاں سی ہوتی ہیں اس لئے ان کو درجہ کہنا مناسب ہے۔ سرشار ریل کے
جس درجے میں یہ بیٹھے تھے اس میں ایک مسن منشی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔

ساتواں باب

خرید و فروخت

اس ٹوپی کے کیا دام ہوں گے۔ آپ کو چودہ آنے میں مل جائیگی

ان داموں میں تو فرق معلوم ہوتا ہے۔ کچھ کمتی بڑھتی لیجیئے گا۔ جی نہیں گنجائش نہیں ہے۔ دام کے دام لے رہا ہوں۔ کچھ تو کم کیجئے۔ معاف کیجئے۔ شرمندہ نہ کیجئے۔ مجبور ہوں۔ آپ نے تو قسم ہی کھالی ایک پیسہ کم دے دیجئے۔ قسم ٹوٹ جائے گی۔

آٹھواں باب

اسمائے جمع

بھیڑ بکریوں کا ریوڑ ÷ گائے بھینس۔ اونٹ وغیرہ کا گلہ ÷ نماز کی جماعت ÷ انگوروں کا گچھا ÷ تالیوں کا گچھا ÷ ہرنوں کی ڈار ÷ پرندوں کا جھلڑ ÷ کبوتروں کی ٹکڑی ÷ درختوں کا جھنڈ ÷ دوستوں کا جمگٹا ÷ پریوں کا جمگٹ ÷ مکھیوں یا چینٹوں کا گچھا ÷ پھنسیوں کا چھتہ ÷ ڈور کا گچھا ÷ ستاروں کا جھمکا ÷ پہاڑوں کا سلسلہ ÷ خاک کا تودہ ÷ مٹی کا ڈھیر ÷ ڈاکوؤں یا چوروں کا گروہ ÷ سادھوؤں کی منڈلی ÷ یاروں کی منڈلی ÷ ہیجڑوں کی ٹولی ÷ گویوں کی منڈلی ÷ سپاہیوں کا دستہ ÷ ٹڈیوں کا دل ÷ سواروں کا رسالہ ÷ جہازوں کا بیڑا ÷ گولیوں کی بوچھاڑ ÷ مینہ کی بوچھاڑ ÷ کیلوں کی گیل ÷

کتبہ نجف امروہوی

Date	No.	Date	No.